

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کے لیے

ہمارا نیا مشورہ

گنگو پور سولہ

حاجی عبدالرؤف خان، حاجی محمد فہیم خان، محمد معروف خان

ایکے مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر - ۲۶۷۹۱۰ ۲۶۷۹۱۰

نورانی تیل

دلدادہ نرم پھول کی بہترین دوا



لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور
کیپ سول پر (۷) مارکر ضرور دیکھیں انڈین کیمپنی کی کہیں
کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مٹو کا بنا اصلی نورانی تیل
مٹو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

گزارش : تمام ویڈیو ریکھیں خریداری نمبر پر پتہ کی سلیپ دکھارہے اگر آپ جدید خریداری یہ تو اس کی
صراحت ضرور کریں اس سے دفتر کی کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔

بہی کے قارئین تعمیر حیات



ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

بہی کے قارئین تیرچھا
حضرات سے گزارش ہے
کہ تعمیر حیات کے سلسلے میں
رقم جمع کرنے یا
خریداری بننے کے سلسلے
میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان
کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar
Bombay - 400 003
Tel. : Add CUPKETELE
Tel. : 3762220/3728708
Tel. : (R) 3095852

تعمیر حیات کی ایجنسیاں :

- درج ذیل جگہوں پر رابطہ قائم کریں۔
- Abdul Gani Sahab,
Taj Book Depot, Main Road,
RANCHI (Bihar)
- S.K Zubairy Sb.,
65 Jishi Patti,
JALGAON-426 081. (M.S.)
- Haji Book Stall,
AKBARPUR
Distt. (Faizabad) U.P.
- Molvi Abu Ayub Sb.
Mohalla: Syed Rajan,
RAI-BARELI (U.P.)

تعمیر حیات

ظلم کا انجام

سارے ذاہب اگر کسی بات پر متفق ہیں تو اس پر کہ ظلم بہت بُری
چیز ہے، اور ظلم خالق کائنات کو ناراض کرنے والی چیز ہے، اور اس کی
طرف سے ظلم کرنے والوں پر ایسی ایسی سزائیں، آفتیں اور مصیبتیں
آتی ہیں جن کا پہلے سے تصور و تعین بھی نہیں کیا جا سکتا، اور ان کے تصور ہی سے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، میں کہنا نہیں چاہتا، اسی ملک کا رہنے والا ہوں میری
زندگی بھی اسی ملک سے وابستہ ہے مگر کہتا ہوں کہ ظلم ہرگز اور ہر جگہ کی
طرف سے آفتیں آتی ہیں، زلزلے آتے ہیں، بجلیاں گرتی ہیں، گرنے والی جہت سے
تخط سالی آتی ہے، چیزیں نایاب ہو جاتی ہیں، بیماریاں بھی عام ہو جاتی ہیں،
اور آگے جھ سے نہ کہلوا بیٹے۔

میں کہہ رہا ہوں کہ سب سے زیادہ ڈرنے والی چیز یہ ہے کہ
ظلم ہے، دنیا کے سارے مذاہب، سارے کہیں سے لے کر
سارے صوفی سنت اس بات پر متفق ہیں کہ انسان سب کے لئے
ہے، اور ہر مذہب کا انسان، ہر شہر کا انسان، ہر ملک کا انسان، ہر
برادری کا انسان، ہر نسل کا انسان، ہر طبقہ کا انسان، ہر قوم کا انسان،
ہر قابلیت کا انسان، ہر صلاحیت کا انسان، تمہیں ہونا ہے انسانیت
وہ خدا کی صنعت ہے اور خدا کی رحمت کا مظہر ہے ہم انسانیت کو
نہیں کہہ سکتے درندہ اس سے بڑھ کر MASTERPIECE اور کیا ہو سکتا ہے؟
(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ماخوذہ ظلم و ستم کا)

محبت رسول

مولانا سید محمد رفیع حسینی ندوی

اسلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، غیر محمد بن رسول اللہ کے سوا کوئی نبی نہیں ہوتا، یہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کے ساتھ اس کے آخری رسول محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا مطلب ہے، اللہ رب العزت کی طرف سے وہ جو احکام اور شریعت لائے اس کو ماننا اور اس کے حکموں پر چلنا، اسلام میں حق کا راستہ یہی ہے متعین کیا گیا ہے کہ خدا کو رب واحد مانا جائے اور اس کی طرف سے جو حکم اس کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے اس کو مانا جائے۔

ہر مسلمان کو بتایا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو انہی احکام کا پابند بنائے اور سچا اور صحیح مسلمان بنے، آج مسلمانوں میں جو اختلاف اور گمراہی آگئی ہے وہ دراصل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے احکام سے ہٹ جانے اور عقائد برتنے سے پیدا ہوئی ہے، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ فی رسول اللہ، اسوۃ حسنۃ لمن کان ینزلہ فیہ والیوم الآخرہ و ذکر اللہ کثیراً، احزاب، اگر تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے، اور میں ہر اس شخص کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کو اور آخرت کے دن کی وجاہد میں سے امید رکھتا اور اس نے اللہ کو یاد کیا ہو، اس طرح ہر مسلمان کی زندگی کیلئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اور طریقہ حیات نمونہ قرار دیا گیا ہے، جن کی پیروی ہر مسلمان پر واجب ہے، ان کی پیروی دراصل اس وقت ہو سکتی ہے جب

انہوں نے یہی بات کہی پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرو اور آپ نے تمام لوگوں کو حضرت کو نبی سے بات کرنے اور ان سے تعلق رکھنے سے منع کر دیا، حضرت کو نبی کہتے ہیں کہ اتنا ہونا تھا کہ پورا میرے لیے سناٹے کا شہر ہو گیا، وہاں میرے لیے گویا کوئی آبادی نہیں رہی، میرے قریب ترین عزیز اور دوست تک مجھ سے بات کرنے کے اور میری بات کا جواب دینے کے روادار نہ رہے بیوی تک کا یہ حال ہوا کہ وہ بھی مجھ سے بولنے اور تعلق رکھنے سے گریزاں ہو گئی، اس طرح مجھ پر چالیس دن گذرے کہ مجھ سے نہ کوئی بات کرتا اور نہ کوئی ملتا، میں سب سے نماز پڑھنے جاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوتے میں سلام کرتا، اور غور کرتا کہ لب مبارک میں جنبش ہوئی، میرا سلام قبول ہوا یا نہیں، میں اس سے ادھیڑ میں وقت گزارتا رہا لیکن اطاعت و پیروی میں فرق نہیں آیا، شام کے بادشاہ نے مجھ کو کہلوایا کہ میرے پاس آ جاؤ، میں نے اس کے خطا کو پھاڑ کر پھینک دیا کہ میں کسی بھی حال میں رہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا، مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میرا کیا انجام ہوگا، حضور ناراض ہیں اور ان کی وجہ سے سب فدا یا ان رسول بھی ناراض ہیں۔ لیکن مجھے ان کو چھوڑنا نہیں ہے، میرے پیروں کا رٹنے مجھ کو جلدہ استقامت پر قائم رکھا۔ بالآخر میں امتحان میں کامیاب ہوا، اور آسمان سے معافی آئی، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بڑھ کر سرکراتے ہوئے ملے اور فرمایا کہ تم کو مبارک ہو تمہاری توبہ قبول ہو گئی، یہ سچی معافیہ کرام کی محبت اور اطاعت رسول کہ ایک جنبش ب سے زندگیاں بدل جاتی تھیں اور کیسا ہی سخت امتحان ہوا اطاعت و محبت میں فرق نہ آتا تھا، حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے، اللہ تعالیٰ چاہتا تو آپ کی دنیاوی زندگی کی راحت کیلئے بھی ہر طرح کے سامان کر دیتا، (باقی صفحہ پر)

تعمیر حیات

پیشہ کاروں کے لئے

جلد نمبر ۳۱

تعمیر حیات کے لئے

شمارہ نمبر ۳۱

نقشان اصیل

مولانا معین اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء کھٹو

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مشاورت

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

۲۰ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ تمہارے ہونے چاہئے، لہذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ فلاح مند فلاح کار سہماں آپ کی خدمت میں پہنچا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ ٹوڑ روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ

بزنس پبلشر شاہ حسین نے آزاد پریس میں پبلشر کے دفتر تعمیر حیات میں صحافت و نشریات ندوۃ العلماء کھٹو کیلئے شائع کیا

بزنس پبلشر شاہ حسین نے آزاد پریس میں پبلشر کے دفتر تعمیر حیات میں صحافت و نشریات ندوۃ العلماء کھٹو کیلئے شائع کیا

بزنس پبلشر شاہ حسین نے آزاد پریس میں پبلشر کے دفتر تعمیر حیات میں صحافت و نشریات ندوۃ العلماء کھٹو کیلئے شائع کیا

اسٹیمائری میں



- ۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایکسی جاری نہیں کی جاتی۔
 ۲۔ فی کاپی ۱۰ روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی رواد کرنا ضروری ہے۔
 ۳۔ کمیشن جو اپنی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

- ۱۔ تعمیر حیات کافی کامل فی سینٹی میٹر R. 20/-
 ۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
 ۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک کائنات

Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
 P.O.Box No. 842
 MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

مدینہ منورہ

Mr. Mohd. AKRAM NADVI Sb.
 O.c.I.S.
 10 - St. Cross Road
 Oxford OX1 3T4 - U.K.

برطانیہ

Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
 P.O.Box No. 388
 Vereninging
 (S.AFRICA)

سائڈھافریک

Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
 P.O.Box No. 10894
 DOHA - QATAR

قطر

Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
 P.O.Box No. 12525
 DUBAI -(U.A.E.)

دبئی

Mr. ATAULLAH Sb.
 Sector A-50, Near Sau Quater
 H. No. 109 Town Ship Kaurangi
 KARACHI-31 (Pakistan)

پاکستان

Dr. A. M. Siddiqui Sb.
 98- Conklin Ave
 Woodmere
 New York 11598 -(U.S.A.)

امریکہ

۱	محبت رسول	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
۲	طاعون کی وبا	شمس الحق ندوی
۳	پاساں مل گئے کیر کو.....	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۴	مادیت پسندی	مولانا سید الرحمن اعظمی ندوی
۵	اذان	عبد شعیب
۶	ہمیں کدھر بلا ہے ہو	جناب یاض الدین احمد
۷	ڈاکٹر سید سلیمان ندوی دورہ طمانیہ	(ماخوذ)
۸	رسول و وحدت	مولانا سید سلیمان ندوی
۹	آزادی نسواں	مولانا محمد تقی عثمانی صاحب
۱۰	سوال و جواب	محمد طارق ندوی
۱۱	دینی مدارس کے نصاب.....	مولانا شفیع الرحمن ندوی
۱۲	آہ! محمدی الدین میری	اکبر علی ندوی
۱۳	اجلاس رابطہ عالم اسلامی.....	مراسل تعمیر حیات
۱۴	مطالعہ کی میز پر	ڈاکٹر یارون رشید صدیقی
۱۵	جامعہ اسلامیہ مظفر پور	(رپورٹ)
۱۶	عالمی شہر میں	سعید اشرف ندوی



طاعون کی وبا اور اس سے سبق



اس وقت ہمارے ملک کا ایک بھرا پراشہر سورت ایسی ویرانی اور سناٹے کا منظر پیش کر رہا ہے کہ جہاں خود وحشت کو قدم رکھتے دہشت ہو رہی ہے، لوگ کہتے ہیں کہ کسی جگہ سے سناٹا پیدا کر دینے والے جراثیم کی شروعات ہوتی جس جگہ... بہت قریبی زمانہ میں بڑی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا تھا، ماؤں بہنوں کی نہ صرف عزت لوٹی گئی تھی بلکہ بھائیوں، باپوں اور شوہروں کے سلسلے وہ کچھ کیا گیا تھا جس سے کچھ روزہ کو اٹے اور گھی اور دہی ہوتی ہوئی کی خاموش چیخ دیکھ کر سے عرش رحمن ہل جائے سے

بہترس از آہ منظوموں کہ ہنگام دعا کردن... اجابت از در حق ہر استقبال می آید

مظلوموں کی آہ سے ڈرو کہ ان کی دعا کے وقت، قبولیت در بار خداوندی سے استقبال کرنے کو بڑھتی ہے۔

بات اسی پر نہیں ختم ہوتی کہ عزتوں کو لوٹا گیا بلکہ گردنوں میں جلتے ہوئے ٹائڈ ڈال کر دوڑایا اور تڑپا کر مارا گیا اور اس ظلم و بربریت، درندگی اور کجی پر لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں کو گواہ بنانے کے لئے ویڈیو کیسٹ تیار کر کے اپنی بہادری و جوانمردی کا ڈکھائیا گیا۔

ہمارے ڈاکٹروں کو وہابی امراض کے جراثیم مارنے والی دواؤں کو ایجاد کرنے میں تو کسی حد تک کامیابی ہوئی ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن ہم نے پاپول کے جراثیم مارنے والی دواؤں کی کوئی فکر ہی نہیں کی۔ حالانکہ پاپول کے جراثیم بیاریوں کے جراثیم سے زیادہ مہلک و خطرناک ہوتے ہیں جس طرح محکمہ صحت و صفائی کی کوتاہی کی وجہ سے بیاریوں کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح گناہوں اور پاپول کے جراثیم ہوتے ہیں اور وہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کی آن میں صفایا کر دیتے ہیں اس بارے میں ہم کچھ نکتے اور کھینے کی ضرورت نہیں سمجھتے، ہمارے ملک کا ہر ٹھکانہ شخص سوچے کر دو سال کے اندر ملک میں کسی بے سان و گمان آفتیں آتی ہیں اور برابر آتی جا رہی ہیں، اس سے بڑھ کر بے بسی اور بے کسی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ایک مرنے ہوئے انسان کی لاش کو اٹھاتے ہوئے ڈرے اور گھبرائے، یہ دیکھے کہ ایک جوان بہن دم توڑ چکی ہے لوگ دیکھ رہے ہیں لیکن اس کی میت کو اٹھانے کے روادار نہیں، جوان لاش تنہا بھائی اپنے کاندھے پر اٹھا کر اس طرح لے جا رہا ہے کہ دیکھ کر دل دہل جائے۔

یہ کسی بے کسی کا عالم ہے کہ ایک شہر کے لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں اور دوسرے شہر یا دوسری بستی کے لوگ ان کو اپنے بہاں داخل نہیں ہونے دینا چاہتے۔ خوف و ہراس کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے ملکوں نے بھی ہم کو اچھوت سمجھ لیا ہے اور اپنے ملکوں میں داخلہ تک پر پابندی لگا دی ہے پھر کیا منسوخ کر دی گئی ہیں، اگر ہم مانی اور کاروباری نقصان کا اندازہ لگانا چاہیں تو بڑے سے بڑا ریاضی دان بھی اس کا حساب لگانے سے قاصر ہے گا، کارخانے بند کاروبار ٹھپ، بیرون ملک سامان آنا جانا بند کوئی حد و حساب ہے اس نقصان کا، کیسا نفسی نفسی کا عالم ہے یہ کسی بلانے ناگہانی ہے کہ پولیس دہلی کے سی مدد کر سکتی ہے نہ فوج و سپاہ اس صورت حال کے مشاہدہ کے بعد جس سے پوری دنیا سہم گئی ہے اس دن کے بارے میں کیا شبہ باقی رہتا ہے جس کی تصویر کشی قرآن کریم نے اس طرح کی ہے: "يَوْمَ يَقُومُ الْمُؤْمِنُونَ آخِيَةً وَأُمَّةً وَأُخِيَةً وَصَاحِبِمْ ذُكُرًا وَأُنْثَىٰ يَوْمَ تَشْهَدُ عُنُقُهُمْ شُحُورُهُمْ وَأَمْشُرُهُمْ وَأُنْثَىٰ تَشْهَدُ عُنُقُهُمْ" (سورہ صافات: ۳۲-۳۳) اس دن بھائی اپنے بھائی سے دد بھاگے گا۔ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ادا اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے مصروفیت کے لئے، بس کرے گا۔ دوسری جگہ فرمایا: "يَوْمَ تَشْهَدُ عُنُقُهُمْ شُحُورُهُمْ وَأُمَّةً وَأُخِيَةً وَصَاحِبِمْ ذُكُرًا وَأُنْثَىٰ تَشْهَدُ عُنُقُهُمْ" (سورہ صافات: ۳۲-۳۳) اس دن یہ حال ہوگا کہ تمام دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں

کو بھول جائیں گی اور عمل والوں کے حمل گم ہوں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ در عذاب دیکھ کر ہم مد ہوش ہو رہے ہوں گے بیشک خدا کا عذاب بڑا سخت ہے! پاپوں کے جراثیم بڑھتے ہیں تو آفت و مصیبت میں بھی انسان انسان کی مدد کرنے کے بجائے خالی گھروں کو ٹٹتا ہے اور کبھی کبھی بلکہ اکثر وہ انسان گھروں کو ٹٹلتے جو حفاظت کے لئے مقرر رہے وہ یہ نہیں سوچتا کہ جن جراثیم کے ڈر سے لوگ بھاگے ہیں ان کا اثر ہم پر بھی تو ہوسکتا ہے، مگر پاپوں کے جراثیم جب پھیل جاتے ہیں تو انسانی شرافت، اخلاق و مروت اور پیار و محبت کی حس کو ختم کر دیتے ہیں اور حس کا ختم ہو جانا وہ بلا ہے جو ہزار بلاؤں کو بھیج لاتی ہے۔

طاہرین کے جراثیم سے کتنے لوگ مرے ہیں؟ مگر ذرا اس گھبرائے پریشانی اور حواس باختگی کو دیکھو جو پورے ملک بلکہ یوں کہنے کہ پورے دنیا پر پھیلتی ہوئی ہے، یہی بچان ہے خدا کے عذاب اور اس کی ماری، ہمارے اندر اخلاقی گمراہی خود غرضی اور نفس پرستی کے جو جراثیم پیدا ہو گئے ہیں ان سے کتنی جانیں جا رہی ہیں؟ کہیں سیاسی قتل کی صورت میں کہیں نوبیا تہا کو جینی کی لالچ میں جلادینے کی صورت میں کہیں معمولی معمولی جھگڑوں اور جانوروں کے بارے میں جان لینے کی صورت میں اور کہیں طبقاتی اور فرقہ وارانہ کشمکش کی شکل میں، کہیں شراب نوشی یا اشیائے فحش میں ملاوٹ کی شکل میں، اگر ان تمام صورتوں کی شرح اموات نکالی جائے جو گناہوں اور پاپوں کے جراثیم سے جلد ہی ہوں تو ان کا تناسب ان اموات سے بہت زیادہ نکلے گا جو کراہی، طاہرین اور ملیر یا بی بھار سے ہوتی ہیں۔ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ فکری کنگنا ہوں اور پاپوں کے جراثیم کو ختم کرنے

کی تدابیر کی جائیں اس کے لئے کوئی تحریک چلائی جائے، بیمار یوں کے جراثیم پر قابو پانے کے لئے ڈاکٹروں کی ٹیم تیار کرنے کی طرح گناہوں اور پاپوں سے پیدا ہونے والی بے حسی کے جراثیم پر قابو پانے والوں اور اس کی تدابیر کرنے اور جانے والوں کی ٹیم تیار کی جائے۔

اس کی بہترین جگہ ہماری تعلیم کا ہیں، ہمارے کالج اور یونیورسٹیاں اس مگر ہم وہاں اپنے نوجوانوں کو کیا تربیت دے رہے ہیں، جب پاپ اور جرائم کی مشق ان دانش گاہوں سے شروع ہو تو پھر پاپوں کے جراثیم کو مارنے والے لوگ کہاں سے پیدا ہوں گے۔

بے وقت کی راگنی نہ سمجھا جائے تو ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ پاپوں کے جراثیم مارنے کی تدابیر اس سے زیادہ کی جانی چاہئے جتنا امراض پیدا کرنے والے جراثیم کو مارنے کی جاتی ہے۔ بلا تفریق مذہب و ملت دنیا کے سارے انسان خدا کا کنبہ ہیں لہذا کسی بھی انسان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانا، انسانوں کے پیدا کرنے والے کو ناراض کرتا اور اس شخص کو بھڑکا لے اور خدا کی قوت و طاقت کا معاملہ یہ ہے کہ:- "وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کائنات کی ہر چیز اس کے تابع ہے اور اس کا لشکر ہے وہ جب اور جس طرح چاہے ان سے کام لے سکتا ہے حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے دکھائی نہ دینے والے جراثیم کو بھی عقل و ہوش اور علم و ہنر رکھنے والا انسان پر جب چاہے مسلط کر سکتا ہے، ہماری بگڑی ہوئی زندگی کا یہ پہلو بہت قابل توجہ اور جلد فکرم کرنے کا متقاضی ہے۔

ہمارا ملک اس وقت جس صورت حال سے گزر رہا ہے اس صورت حال میں ہمارے ملک کے بہت پرانے زمانے کی ایک مشہور کتاب "کلیلا و دمنہ" کی ایک حکایت یاد آ رہی ہے جو

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ایمان کی تعمیر حیات

ترجمہ: محمد احمد شعلہ دار العلوم ندوۃ العلماء

اقام ہندو کہ طرف سے آبادی اور ہمت ملکہ کے حوالے سے تاہم میں ہونے والے کانفرنس سے متعلقہ وضاحت کے سلسلے میں رابطہ عالم اسلامی کے ہنگامہ اجلاس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مظلہ العالی کی تقریر۔

حمد و صلوة کے بعد حضرت مولانا مظلہ العالی نے فرمایا!

حضرات! جس نے بھی اسلام اور مسلمانوں کی بلکہ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ حقیقت بخفی نہیں ہے کہ تاریخ کے طویل سفر میں بارہا تخریبی تحریکوں نے مسلمانوں اور دین اسلامی کو نشانہ بنا کر صفحہ ہستی سے اس کے وجود کو مٹانے کی ناپاک و گھناؤنی کوشش کی ہے، اس فاسد راہ سے کی تکمیل اور اس کو کارگر بنانے کے لیے ان باطل تحریکوں نے ہر دور میں مختلف طریقے و حربے استعمال کئے جس سے تاریخ کا کوئی ادنیٰ درجہ کا طالب علم بھی ناواقف نہیں لیکن اس کی سب سے زیادہ خطرناک بیانیہ شکل وہ واقعہ ہے جبکہ ساتویں صدی ہجری میں ہاتھاری غارت گروں اور ملنے کی طرح مشرق سے بڑھے اور سارے عالم اسلام پر بھجائے گئے ان تاتاری غارت گروں کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانوں کو کرکھ ارضی سے نیست و نابود کر دیا جائے اور ان کو فنا کے گھاٹ اتار دیا جائے اسلامی ریاستوں اور مسلم حکومتوں کی اینٹ سے اینٹ، بجا دی جائے مسلمانوں کی عسکری طاقت و قوت کا خاتمہ کر دیا جائے۔

تاتاریوں کا یہ حملہ اتنا شدید اور بھیا تک تھا کہ ان کی شکست اور ناکامی کے بارے میں امید ورجا کے سارے قلعے پانی ہو گئے تھے کسی فرد بشر کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ نہیں پاسکتی تھی کہ تاتاری کبھی مغلوب ہوں گے، یا ان کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اور ان کی اس ظالمانہ و حشیمانہ بہیمانہ سرگرمیوں کا بے پناہ سلسلہ کبھی ختم ہوگا، لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں ان کے رعب و دبدبہ اور زور و قوت کا ایسا سایہ رنج بس گیا تھا کہ اس وقت کے معاشرہ میں یہ مثل چل پڑی تھی کہ "اگر تم سے کوئی یہ کہے کہ تاتاری شکست کھا گئے تو دیکھنا اس کی بات ماننا نہیں" اپنی شدت خطرناکی میں اس نوعیت کا دوسرا واقعہ صلیبی حملہ ہے اور یہ صلیبی حملہ کوئی ایک دو ملکوں کی قوت و طاقت کے بل بوتے پر نہیں ہوا بلکہ اس میں یورپ کی ساری حکومتیں اور قیادتیں شانہ بشانہ شریک تھیں۔ یہ صلیبی حملہ اور دینی اور سیاسی جذبات سے ایسے مغلوب تھے کہ مسلمانوں کی ہستی اور نفس اسلام کا وجود زد میں تھا اور ایسا زلزلہ ہو رہا تھا کہ درخت اسلام

کھٹے کو جیر کر بیٹھیاں اڑا دیں گے۔ تمام مسیحی یورپ نے بیض و بوم بنایا تھا اور وہ اسی جذبہ سے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر لڑ رہے تھے کہ اسلامی مقدسات اور دین الہی کے اہم اور بنیادی مراکز پر قبضہ جاکر مسلمانوں کو بردہ ہستی سے مشا دیں۔

لیکن تاریخی حقائق گواہ ہیں کہ ان دونوں حملوں کو بلکہ دونوں نظریوں کو اپنے مقصد میں نہ کھانی پڑی، اور یہ محض خدائے ذوالجلال کی تائید غیبی سے ہوا کہ اس نے بروقت اسلام کے بچے اور مخلص داعیوں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی۔ جنہوں نے آہ سحر گاہی اور نالہ تہیم شہی اور بے شو

دعوت الی اللہ کی تلوار سے تاتاریوں کو اسلام کی عظمت اور اس کے جلال و جمال کے سامنے جھکنے پر ایسا مجبور کر دیا کہ ایک ہی نظر میں ان کے ذہنوں میں اسلام کا سودا سما گیا۔ اور ان کے قلوب اس کی بے پناہ کشش اور جاذبیت کثیف کھینچنے بغیر نہ رہ سکے۔ پھر کیا تھا، یہی تاتاریوں کی زندگی کا مقصد ہی یہ تھا کہ شجرہ اسلام کو جڑوں سے اکھاڑ پھینک لیں اور اس کے محافظ و پاسباں بن گئے اور پھر انہوں نے ایسی زبردست اور طاقتور لڑائی حکومتوں اور سلطنتوں کی بنیادیں ڈالیں کہ صدیوں تک ان کے ہوش و حواس میں اسلامی تہذیب و تمدن دینی علوم و فنون اور اسلامی سیرت و کردار کا باغ پھولنا پھلتا رہا۔

جہاں تک صلیبیوں کے سیلاب باغیہ کا تعلق ہے تو خدا نے اس کو روکنے اور ناکام بنانے کیلئے صلاح الدین ایوبی جیسے بیدار مغز و بہادر کاہنہ کو وجود بخشا، جنہوں نے تائب الہی اور ساجی تدبیر اور مادی قوت سے صلیبی حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیئے اور ایسی شکست فاش دیکر لوگوں کو

دوسرے نہیں اٹھائے، وہ اس حدیث حلیہ میں ہے۔
 "واقفہ علیہ کوئی دھکی چھپی بات نہیں ہے۔"
 لیکن ان تاریخی حقائق کے جلوہ پر پہلو
 میں کچھ اور بھی ایسے روشن حقائق و دلائل ہیں
 جن کی روشنی میں تاریخی غارت گروں اور صلیبی
 حملہ آوروں کی ناکامی و ناکامی کی پوری تصویر اور
 انکی شکست کے خود خال واضح اور نمایاں طور
 پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ جس سے یہ حقیقت واضح
 ہو جاتی ہے کہ اسلام کے قلب و جگر پر ان ہمیشہ
 چلانے والوں کے پاس کوئی ایسا ابدی پیغام نہیں
 تھا کہ جس کے سایہ میں انسانیت امن و سکون
 چین و راحت کی زندگی بسر کر سکتی۔ بلکہ انہی
 حملہ آوروں، بازو گروں اور ہوس کے بندوں کی
 مقصد یہ تھا کہ ان کو عسکری و سیاسی غلبہ حاصل
 ہو جائے، حکومتوں پر ان کا قبضہ ہو جائے، ہر جگہ
 ان کا اقتدار قائم ہو جائے اور بس۔

لیکن موجودہ دور میں جس نازک صورتحال
 سے ہم دوچار ہیں اور خطرات کے جو بادل ہم پر
 سرور پر منڈلا رہے ہیں کہ ہمارا وجود اس
 گمراہی پر ایک ایسی قوم و ملت کی حیثیت سے
 قائم بھی رہے گا یا مٹ جائے گا کہ جس کے پاس
 ایک پیغام حیات اور عقیدت و دعوت کی کچی
 ہو اور شرف و حریت و کرامت نفس لاسکی
 زندگی کا شیوہ اور طریقہ ہو۔ اس وقت جس
 خطرہ سے ڈرنے اور ہوشیار رہنے کے
 ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی
 ذہن کی رفتار اور اس کی قوت و تیز رفتاری
 ہو گئی ہے کہ اس کے شعلے نکل رہے ہیں اور
 یہودیت کے مکرو فریب کا جال اتنا وسیع
 ہوتا جا رہا ہے کہ اندیشہ ہے کہ سارا عالم
 اس کے دام فریب میں پھنس جائے، اس کی
 ہوسناکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ اسکی

گریں و خواہشمند بلکہ گوشاں رہنے لگا ہے
 کہ سارے عالم پر اس کا تسلط ہو جائے، اور
 پوری دنیا کے مختلف تہذیب و تمدن و عقائد
 رکھنے والے انسان اس کے سیاسی بسلا کے
 نہرے بن کر رہ جائیں پھر وہ من مانی تصرف
 کر کے جس طرح چاہے ان کو استعمال کرے،
 یہودیوں کی یہ وہ دلی آرزو و تمنا ہے جسکا
 بار بار اور صراحت کے ساتھ ان کی کتابوں اور
 تحریروں میں تذکرہ کیا گیا ہے اور جس نے انکی
 کتابوں اور ان کے پروگراموں اور عزائم کے
 بارے میں تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے، اس پر
 یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے،
 کہ یہ یہود وہ ناپاک عنصر ہیں جو اپنے مقاصد
 کی تکمیل کی راہ میں ہر قسم کے جائز و ناجائز وسائل
 اختیار کرنے کو دعا سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ عادت
 کوئی نئی نہیں ہے بلکہ ان کا یہ پرانا اور دائمی
 مرض ہے، ہر زمانے میں بلکہ ان کے مزاج و
 طبیعت کے خلاف ہر موقع پر جس کا ظہور ہوتا
 رہا ہے، اور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، اسکی
 طرف قرآن مجید نے لطیف اشارہ بھی کیا ہے،
 لیکن مذکورہ خطرہ سے بھی زیادہ بھیانک
 خطرہ ہے کہ اس وقت یہودی دماغ اور سچی
 وسائل ساز باز کر کے اسلام کے خلاف اٹھ
 کھڑے ہوئے ہیں، باوجود یہ کہ ان دونوں
 مذہبوں کے مابین زبردست اور کھلا ہوا تضاد
 اس لیے کہ یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت سید المرسلین
 کے فرزند ہیں۔ لیکن یہودیوں کو اور انکی
 والدہ کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب کرتے ہیں
 جن سے روٹنے کھڑے ہو جاتے ہیں، اور فطرت
 سلیمہ باکرنے لگتی ہے، تاہم اسلام دشمنی اور
 اس کے ابدی پیغام سے عداوت نے انکو متحد
 کر دیا ہے کہ جس کی وجہ سے بعض سچی ممالک بھی

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہی رنگ اپنے
 لگے ہیں ان میں پیش پیش امریکہ ہے اور اس کی یہ
 پیش قدمی کسی اور جذبہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا
 اصل محرک یہ ہے کہ چونکہ اسرائیل امریکی سیاست
 و صحافت اور اس کے ذرائع ابلاغ اور اس کے
 حکومتی شعبوں میں اس طرح داخل اور چھپا ہوا ہے
 کہ امریکہ اس کے سامنے اپنے کولے بس ڈیورٹوس
 کر رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اپنے کولاس کا
 غلام سمجھتا ہے تو بجا نہ ہوگا۔
 چنانچہ دشمنان اسلام کی طرف سے اس وقت
 مسلمانوں کے خلاف جو حملہ چلائی جا رہی ہے وہ
 یہ ہے کہ مسلمانوں کو اخلاقی، روحانی، معنوی
 اور عقائدی اعتبار سے کمزور کر دیا جائے بلکہ ان کی
 ایمانی قوتوں کے سوتوں کو بند کر دیا جائے تاکہ
 ان کی زندگی کا پورا خشک ہو کر رہ جائے کیونکہ
 ان کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام اور مسلمانوں
 سے ہے اس لیے کہ مسلمان ہی وہ قوم ہے جس کے
 پاس ایک سچا، عالمی، سرمدی اور طاقتور دین اور
 کبھی نہ خشک ہونے والا سرچشمہ حیات ہے۔
 اگر ایک طرف دشمنان اسلام کی یہ کوشش
 اور سازش ہے کہ مسلمانوں کے ایمانی و معنوی قوت
 کا خاکہ کر دیا جائے تو دوسری طرف ان کے
 ناپاک و گھناؤنے کھیل کا بازار بھی گرم ہے کرامت
 اسلامیہ اور اس کے ابدی پیغام کے امتیازی شخص
 کو مٹا دیا جائے تاکہ اسلام سے ان کا رشتہ حیات
 منقطع ہو جائے اور وہ اس کے فیضان سے محروم
 ہو جائیں، جس محرومی کے نتیجہ میں از سر نو جاہلیت
 ہے کہ لغو اصل بن جائیں، اور ان کی زندگی بس
 جانوروں کی زندگی ہو کر رہ جائے۔
 اسلام دشمن تحریکوں کا مقصد یہ ہے
 کہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے اس کو بدنام

کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں پر وہ یہ الزام عائد
 کرتے ہیں کہ یہ فیضان نسل کے قائل اور اس کے
 داعی ہیں، اگر غور کیا جائے تو اس کا اصل محرک
 یہ سمجھ میں آتا ہے کہ چونکہ ان دشمن تحریکوں کو یہ
 اندیشہ ہے اور ان پر یہ خوف طاری ہے کہ اگر مسلمانوں
 کی تعداد بڑھ گئی تو سب سے زیادہ خطرہ
 یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہے کیوں کہ اس کے
 نتیجہ میں ان کی نوآبادیاتی اور عسکری قوت سرد
 پڑ جائے گی، اور ان کا تمدن کا بازاری کا شکار
 ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض ممالک نے بڑی شدت
 کے ساتھ اسلامی حکومتوں اور مسلم قیادتوں سے
 اس کی اپیل کی ہے کہ وہ اس سیلاب بلاخیز
 کو روکیں ورنہ تو سب کی قوت کا چراغ گل
 ہو جائے گا۔ کمال کے علاوہ اور بھی بہت سی وہ
 سازشیں ہیں، جن کے تانے بانے پوری دنیا
 کے اندرون کے اجالے اور رات کے اندھیرے
 میں مسلمانوں کے خلاف بنے جا رہے ہیں۔

اس لیے فی الوقت مسلمانوں پر عام طور سے
 اور اسلامی حکومتوں اور قیادتوں پر خاص طور سے
 یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان ناپاک اور
 گھناؤنی سرگرمیوں اور سازشوں سے ہوشیار
 رہیں، اور اپنے ذہن و دماغ کو بیدار رکھیں،
 تاکہ پوری حکمت عملی اور تدبیر کے ساتھ دشمنان
 اسلام کے ناپاک منصوبوں اور باطل عزائم کے
 قلوب کو ریت کے ذرات میں تبدیل کیا جاسکے،
 "وَلِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدُ"

پندرہ روزہ تعمیر حیات
 ایک تحریک ہے، اس کی
 توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

اہتمام فرائض

فرمایا کہ نماز درست کرو سارا دین درست ہو جائے گا۔ حدیث مشرفین میں آتا ہے کہ:-
 الصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّينِ مَنْ اَقَامَهَا قَامَ الدِّينَ وَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدَ هَدَمَ الدِّينَ
 یعنی نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے ترک کیا اس نے دین
 دین ہی کو منہدم کر دیا۔
 میں کہتا ہوں کہ نوافل بڑھو، لیکن فرائض کا اہتمام کرو، نوافل سے قرب حاصل ہوتا ہے تو یہی
 وقت جبکہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو ورنہ صرف نوافل ادا کر کے اور فرائض میں کوتاہی کر کے کسی نے
 بھی قرب حاصل نہیں کیا ہے۔
 ایک شخص نے مجھے لکھا کہ میری حالت بدل گئی ہے، یعنی کچھ اچھی ہو گئی ہے، میں نے کہا کہ کچھ
 رہا ہوں کہ تم نے فرائض کا اہتمام کر لیا ہے، بات یہ ہے کہ فرائض نماز انسان کے کل وقت کو گھیر لیتی ہے، ظہر
 پڑھی پھر عصر کا انتظار، عصر پڑھی پھر مغرب کا انتظار، مغرب پڑھی تو دشا کا انتظار، اس طرح سے کچھ وقت
 نماز میں اور کچھ انتظار میں گذر جاتا ہے، اس طور پر گویا سارا وقت ہی عبادت میں گذرتا ہے، اور نمازی غافل
 نہیں ہونے پاتا اور نماز پڑھنے والا گویا دوسروں کو اسلام کی عملی دعوت دیتا ہے اور وعظ قوی و دعوت
 دیتا ہے اور عملی دعوت قوی دعوت سے بڑھ کر ہوتی ہے، نماز سے ایمان کی تکمیل ہے، نماز ہی آدمی سادھا
 برائیوں سے بچ جاتا ہے، یہ اخلاقی کا نواز ہے اس زمانہ میں کام کرنا بہت مشکل ہے، لوگوں کے خطوط
 آتے ہیں ان کے کھٹے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت پریشان ہیں۔

یوں کہتا ہوں کہ بد آدمی کی اصلاح جتنی نیک صحبت اور بخیر ماحول سے ہوتی ہے کسی اور
 چیز سے نہیں ہوتی۔ خرگوشہ کو دیکھ کر خرگوشہ رنگ پڑتا ہے، انسان خود بخود ٹھیک ہونے
 لگتا ہے۔
 (طریقہ اصلاح، حضرت مصلح الامۃ قدس سرہ)

ادب اسلامی کا سہ ماہی مجلہ

رابطہ ادب اسلامی عالمی کے شعبہ برصغیر سے اردو میں اسلامی ادب پر ایک سہ ماہی
 مجلہ سالانہ رسالے سے شائع ہونا شروع ہو گیا ہے، اس کے دو شمارے نکل چکے ہیں تیسرا شمارہ
 زیر تیاری ہے۔
 اس میں ادب اسلامی کے تعلق سے علمی و تنقیدی مضامین، فنی کاوشیں، نثر و شعر کے
 نمونے پیش کئے جاتے ہیں، قیمت فی نسخہ ۲ روپے، سالانہ ۱۵ روپے، محصول ڈاک علامہ
 رابطہ ادب اسلامی کے عربی دفتر سے اسی طرح کا مجلہ "الادب الاسلامی" کے نام سے نکلا
 شروع ہوا ہے، وہ بھی رابطہ کے کھنڈ دفتر سے طلب کیا جاسکتا ہے، اس کی قیمت فی نسخہ ۵
 روپے ہے۔
 دفتر رابطہ ادب اسلامی، میٹرو مارگ، پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ۔ یو پی۔ 226007

مادیت پسندی اور اخلاقی قدروں کا زوال

مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی دہلی مدرسہ شعبہ عربی و اسلامیات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ



بروئے کار لانے کے لیے مادی وسائل کا سہارا لینا ایک ناگزیر ضرورت ہے، رسم و رواج کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنا جب اپنی کمزوری کا اعلان کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں میں وہ پسماندگی کی علامت قرار پاتا ہے تو لازمی طور پر مادی حیثیت سے اپنے آپ کو مطمئن کر نیک جذبہ دلوں میں پرورش پاتا ہے اور مادیت پسندی مقصدیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور لوگ بے اختیار مادی ترقی کی راہیں ڈھونڈنے لگتے ہیں اور ہر کام کے پیچھے مادی شغف کا جذبہ کارفرما نظر آنے لگتا ہے۔

مغرب کی مادہ پرست تہذیب نے اس رجحان کو عام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، اور مادی منافع اور تہذیبی ترقیوں کو تمام اخلاقی قدروں اور انسانی عظمت کے پیمانوں پر غالب کرنے کی سعی پیہم میں وہ بجدی طرح مصروف ہے، جن انسانی معاشروں نے اس تہذیب کو اپنا یا ہے اور بلا جوں و چرا اس کے سامنے تسلیم ختم کیا ہے وہی سب سے پہلے اخلاقی زوال کا شکار ہوئے، اور ان کی نامزدگی کرنے والے افراد میں حد درجہ جنسی آنانی اور اخلاقی کمزوری کے نمونے پائے گئے۔ اور انسانی روابط و تعلقات کی بنیاد انسانی قدروں کے بجائے مادی منفعت پر قائم ہوئی اور کامیاب زندگی کا تصور مطلق انسان آزادی کو قرار دیا گیا۔

ایسی صورتحال میں مذہبی تعلیمات اور انسانی

دو فاداری کے اظہار کا ذریعہ تصور کرتا ہے وہ مادی وسائل سے بوری طرح مستفید ہونے کے ساتھ روحانی اقدار اور انسانی رشتوں کو جلا بخشنے کی کوششوں میں ہمدرد مصروف نظر آتا ہے، وہ انسانیت کی ذہنی ہوتی کشتی کو بچانے اور بنی نوع انسان کے لئے ہونے سرمایہ کو محفوظ کر لینے کی سعی پیہم میں مشغول رہتا ہے، دنیا میں خواہ کتنی ہی برائیاں پھیلی ہوئی ہوں، کتنے ہی گناہ سیر بازار کے جا رہے ہوں، اور کتنی ہی بد اخلاقیات علی الاعلان ہو رہی ہوں، لیکن اس تاریکی میں بھی روشنی کی کرن اور اس خود غرض ماحول میں بھی جذبہ ایثار و خدمت موجود ہے اور مادیت زدہ معاشرہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے، جن کے ہاتھوں عدل و انصاف ایثار و سخاوت، ہمدردی و اخوت اور محبت و تعاون کی نفاذ فریخ پاتی ہے اور خود غرض سوسائٹی میں بھی زندگی کا ایک درجہ نظر آتی ہے؛

لیکن ایک عمومی جائزہ سے یہ بات پابینوت کو پہنچ جاتی ہے کہ مادیت کی اس دوڑ میں کسی کسی حد تک ہر شخص شریک نظر آتا ہے، اور حالات کے سامنے سپردالتے ہوئے اپنے مادی مستقبل کو سنوارنے کی کوشش کر رہا ہے، تاکہ وہ سوسائٹی میں اپنے بھرم کو قائم رکھے، اور غربت و افلاس کے گھنوں سے محفوظ رہ کر زندگی کی سرگرمیوں میں برابر کا حصہ لے سکے، اور کوئی بھی حقارت کھے نظر اس پر نہ ڈال سکے، ظاہر ہے اس مقصد کو

اس تفسیر پر دنیا میں جہاں ہر طرف تہذیب و تمدن، علم و ادب، مکروہن اور انسانی ترقی کے جدید ترین وسائل کا پیرا ہے، جہاں انسان انسان کے مقابلہ میں اور حکومتیں حکومتوں کے مقابلہ میں ایک دوسرے پر بیعت لے جانے کی کوشش میں مصروف ہیں اور تمام توانائیوں کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہونے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں وہیں انسان کی بیش قیمت زندگی کو مادیت پسندی کا سیلاب اپنے تیز و صاف سے میں انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے ساتھ بہا لے جانا چاہتا ہے، اخوت، ہمدردی، محرابی و نیکواری بے لوث محبت اور انصاف و شائستگی انسان کی عملی زندگی میں کوئی تعمیری کردار ادا کرنے سے قاصر ہے، مال کی محبت اور اس سے والہانہ مشق انسان کو اس کے بلند مقام سے گرنے کے عمل میں مصروف ہے، کہاں انسان کے پیدا کرنے والے پروردگار نے بنی نوع انسان کو کائنات کی ہر مخلوق پر فضیلت دی اور تو لقا کتر متابنی آدم یعنی ہم نے آدم کی اولاد کو عزت و عظمت سے نوازا کا اعلان عام سب کو سنایا، اور کہاں انسان کو اس لازوال نعمت سے محروم کر کے اسفل سافلین میں گرانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

یہ ایک عجیب و غریب تضاد ہے جو زندگی کے تمام گوشوں پر چھا یا ہوا ہے ایک حساس اور باغیرت انسان سیرت کی تعمیر کے ساتھ عالم کی تعمیر میں مصروف ہونا اپنی سادت

احساسات اپنا اثر دکھو دیتے ہیں اور مادیت کے تیز رفتار طوفان میں ان کی آواز دب جاتی ہے اور مادہ پرست انسان، جوش جنون میں وہ سب کچھ کر گزارتا ہے جس کی توقع جنگل کے درندوں سے نہیں کیجا سکتی۔

مادہ پرستی نے نہ صرف مذہب، بیزاری کو مایا، اور بے نیوٹ زندگی کے نام پر انسانی شرافت و مروت کا خاتمہ کیا، بلکہ مختلف النوع جرائم کی حوصلہ افزائی کی اور انسانی خون کے ساتھ انسان کی سب سے گرانقدر متاع، عزت و آبرو کو بھی بے قیمت بنا دیا حقیر مفاد پرستی کی راہیں ہموار کی اور سب سے ترین خونی رشتوں کو خواہشات نفس کی قربان کاہہ بر بھیضت چلا دیا۔ ماں باپ اور اولاد کے رشتے اور تمام خانہ دانی قریبوں کو حرف غلط کی طرح ٹاٹا حقیر ترین مادی فائدے کی راہ میں ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے آبرو کرنا اور دولت و نکت کی آخری حد تک پہنچا دینا روزمرہ کا معمول بن گیا،

لیکن اس کے ساتھ مادی تہذیب کی کچھ خوبیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا خاص طور سے ذمہ داری کا احساس، وقت کی پابندی وعدہ کا پاس و لحاظ اور ایما ناری کے ساتھ طویل کی انجام دہی، تہذیب مغرب کے وہ مثبت اور روشن پہلو ہیں جن کی تقلید دیا مشرق میں عام طور سے نہیں کی جاتی، اور جو لوگ اس مادی تہذیب کی مدح سراہی اور اس کی ثنا خوانی کرتے ہیں۔ وہ بھی اس کی قابل تقلید خوبیوں سے عام طور سے آنکھیں بند رکھتے ہیں۔ ان کی تمام تر توجہ ظاہری ٹیپ ٹاپ اور مادی چیزوں ہی پر مرکوز رہتی ہے۔ اور فسوں افز رنگ سے سمور ہو کر وہ اس کے زبردست داعی اور نمائندے بن جاتے ہیں اور ایک کامیاب زندگی کا تصور مادی تہذیب کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں اس بنا پر ان میں مادیت پسندی اپنے

آخری درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتے ہیں، اور اپنے ماحول کو اسی نقطہ نظر کا حامی اور گرویدہ بنا دیتے ہیں۔

علاوہ اقبال نے اس مادی تہذیب اور اسکے پیدا کردہ مسائل کا تجزیہ اپنی کتاب "تشکیلیت جدید الہیات اسلامیہ" میں کیا ہے اور مادیت زدہ طبقے اور اس کے علمبرداروں کی بے بضاعتی اور ان کی اندھی تقلید کا ذکر کرتے ہوئے اسکو اس قوم کیلئے جو قیادت اور عالمی انقلاب برپا کرنے کیلئے پیدا کی گئی تھی، ایک ناقابل تلافی گناہ قرار دیا ہے، وہ کہتے ہیں:-

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد ہر دور میں کرتا ہے طوائف اس کا زمانہ تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو کراس کی حفاظت کرے یہ گوہر ہے یگانہ اس قوم کو تجدید کا پیغام مبارک ہے جس کے تصور میں فقط بزم شبانہ لیکن مجھے ڈر ہے کہ یہ آواز نہ تجدید ہمارے مشرقی ممالک میں خصوصاً برصغیر میں بے وقتے لوگ زیادہ تر احساس کمتری کے دباؤ سے مغرب کی مادہ پرست تہذیب کو رشک کی نظر سے دیکھنے لگے، اور آہستہ آہستہ اس کی نقل کا داعیہ دلوں میں پیدا ہوا، شروع میں انگریزی تعلیم کی طرف میلان ہوا، اور انگریز کے بنائے ہوئے نصاب تعلیم کو لوگوں نے گلے سے نکالیا، جن لوگوں نے اس طرز زندگی کو اپنانے میں سبقت کی وہ اہل شہرت و وجاہت، زمین دار اور تعلقہ دار طبقے کے لوگ تھے ان میں بڑے لوگوں نے اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے یورپ کی یونیورسٹیوں میں بھیجا، جہاں سے وہ صاحب ہمارا در پیر مٹر

بن کر آئے، انھوں نے مادی تہذیب کو ذہنی طور پر قبول کر لیا، اور زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالا، اور ماشہ میں اپنی ایک نرلی شان پیدا کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ ہم نیکو قوم اسی طرز زندگی کو اختیار کرنے اور اسی کے مطابق ذہنوں کو ڈھلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ہمارے ملک میں جوں جوں انگریز کی تعلیم کا رواج بڑھا اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا عوام انسان میں بھی ذہنی تبدیلی آنا شروع ہو گئی اور مادیت پرستی کا جھان ترقی کو مانگا، اخلاقی قدروں سے بے اعتنائی بڑھتے جانے لگی، اور قدیم تہذیب و معاشرت کے اوپر سے اعتماد اٹھنے لگا، ہر قدم طریقہ کو بدلتے اور جدیدیت کو رواج دینے کی تہمیریں مختلف طریقوں سے کی جانے لگیں، رہن سہن اور مکان و لباس، کھانے پینے کے انداز، گفتگو اور عام قول زندگی میں مادی تہذیب کا دخل شروع ہو گیا، زیادہ کمانے، دولت جمع کرنے، اچھا کھانے اور پینے اور سوسائٹی میں نمایاں مقام حاصل کرنے کا عمل تیزی سے بڑھتا رہا، پہلی تک کہ مذہب کسے روحانی قدروں سے لوگ بیزار سے ہو گئے، اس پر مستزاد سائنس کی ترقی، علم جدید کا چلچل اور ایجاد و اختراع میں غیر معمولی پیش رفت انسانوں کے لیے مادیت کی ایک نئی دنیا دریافت کرنے میں بہت زیادہ معاون ثابت ہوئی اور اب سوائے مادیت پرستی اور اس کی راہ میں ہر طرح کی توانائیاں صرف کرنے کے کوئی چارہ کار نہ رہ گیا۔ اور اس راہ میں ایک ریس شروع ہوئی اور ایک دوسرے پر سبقت سے جانیکا سلسلہ اس قدر دراز ہوا کہ مادیت پسندی ہی دراصل معاصر زندگی بن گیا۔

مادی وسائل کی فراوانی، مال و دولت کے

رہیں ہیں لیکن اوجی اور صنعت کی بے حساب ترقی اقوام
مشرق کی جیسے پیام رحمت نہ ثابت ہو سکی بلکہ اسکے
نیچر میں اخلاقی انحطاط شروع ہو گیا اور جن باتوں کو
معاشرہ میں لوگ میوب سمجھتے تھے وہ ہنتر قرار
پا گئیں اور جن حالات کو اخلاقی بیماریوں سے تعبیر
کرتے تھے ان کو غیر معمولی حالت کے نام سے یاد کرنے
لگے۔ جہاں انصاف تھا وہاں ظلم، جہاں ہمدردی تھی
وہاں بے رحمی، جہاں محبت تھی وہاں دشمنی، جہاں نرمی
تھی وہاں درستی اور سختی خونی کا دور دورہ ہو گیا۔
اور اخلاقی زوال کے حدود اور پیمانے برابر پھیلنے
لگے، یہاں تک کہ غیبت، چٹل خوری، کذب بیانی
رشوت ستانی، تشدد اور عداوت، خیانت اور چوری
ناجائز طریقوں سے مال و دولت کمانے کی حرص یہ
تمام برائیوں، معمولات زندگی میں داخل ہو گئیں
اور بڑائی کی علامت شمار کی جانے لگیں۔

اور اب ڈراؤن جوان طبقہ کو دیکھئے، اس کی
نظروں میں اخلاق و شرافت کا مہیا کچھ اس
طرح قرار پاتا ہے کہ جو جوان تسلیم میں محنت
کئے بغیر پاس ہو جائے، کسی صلاحیت کے
بغیر اپنے تعلقات کی بنیاد پر کوئی سرکار سے
عہدہ حاصل کرے وہ سب سے کامیاب اور اپنے چہرے
میں سب سے زیادہ قابل احترام ہے، اسی طرح
جو جوان سب سے زیادہ فلموں سے واقفیت رکھتا ہو
فلم ستاروں کے نام و کام سے باخبر ہو سب سے
زیادہ بڑے بھڑنے اور اپنی بات کو منولے کی گلاہیت
رکھتا ہو۔ وہ جنیس سمجھا جاتا ہے، جو جوان آزادی
کے غلط مفہوم کو رواج دیکر، ہر طرح کے جرائم میں
حصہ لینا اپنی نوجوانی کی قیمت سمجھتا ہو، اور تقاضے
سے اپنے آپ کو بالا تر تصور کرتا ہو، دنیا اس کو
خراج خمین پیش کرتی ہے اور مستقبل کا معائنہ ظلم
جیسے لقب سے اس کو یاد کرتی ہے۔
یہ بھی باریت پسندی کی مختصر الفاظ میں ایک

(لقب)
آزادی نسوان کا فریب

کم از کم وہ گھرنے جو اپنے آپ کو
دیندار کہتے ہیں، جو دین اور اسلام کے نام لیوا
ہیں اور بزرگوں سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ تو
کم از کم اس بات کا تجزیہ کر لیں کہ ہم یہ مخلوط اجتماع
نہیں ہونے دیں گے۔

ایسے اجتماعات کا بائیکاٹ کر دو

ہمارے بزرگوں نے بائیکاٹ وغیرہ کے طریقے
سکھائے لیکن یاد رکھو ایک مرحلہ ایسا آتا ہے جہاں
انسان کو فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ کیا تو ہماری یہ بات مانی
جائے گی، ورنہ اس تقریب میں ہماری شرکت نہیں
ہوگی، اگر شادی کی تقریبات ہو رہی ہیں اور مخلوط
اجتماعات ہو رہے ہیں اب اگر اس دعوت میں نہیں
جاتے تو شکایت ہو جائے گی کہ آپ اس مخلوط دعوت
میں شریک کیوں نہیں ہوئے..... ارے یہ تو سوچو
کہ ان شکایت کی تو آپ کو پرواہ ہے، لیکن ان کو
آپ کی شکایت کی پرواہ نہیں، تم پردہ نشین
خاتون ہو، اور وہ تم کو بلانا چاہتے ہیں تو پھر انھوں
نے تمہارے لئے پردہ کا انتظام کیوں نہیں کیا، جب
انھوں نے تمہارا اتنا خیال نہیں کیا، تو پھر تم پر بھی
ان کا خیال کرنا واجب نہیں ہے، ان سے صاف
صاف کہہ دو کہ ہم ایسی تقریب میں شریک نہیں

ہوں گے، جب تک کچھ خواہمیں وقت کر یہ فیصلہ نہ
کر لیں گی، یقین رکھو اس وقت تک یہ سیلاب
بند ہوگا، جب تک سہیا جاتے جاؤ گے جب تک
ان کے کئے سپرد اتنے جاؤ گے یہ سیلاب کہاں تک
پہنچے گا؟

دنیا والوں کا کب تک خیال کرو گے

ہمارے بزرگ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب
کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند
فرمائے، آمین۔ اس دور کے اندر اللہ تعالیٰ نے
جنی بزرگ پیدا فرمائے تھے، ان کے گھر کی بیٹھک
میں فرشی نشست تھی، گھر کی خواتین کے دل میں
یہ خیال آیا کہ زمانہ بدل گیا ہے، فرشی نشست کا زمانہ
نہیں رہا، اس لئے اگر مولانا سے کہا کہ اب آپ
یہ فرشی نشست ختم کر دیں اور صوفے وغیرہ لگائی
حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو صوفے کا شوق ہے
اور نہ مجھ اس پر آرام ملے، مجھے تو فرشی پر بیٹھ کر آرام
ملتا ہے، میں تو اسی پر بیٹھ کر کام کروں گا، خواتین نے
کہا کہ آپ کو اس پر آرام ملتا ہے، مگر دنیا والوں کا
تو کچھ خیال کرو، جو آپ کے پاس ملنے کے لئے آتے ہیں۔
ان کا ہی کچھ خیال کرو۔ اس پر حضرت مولانا نے کیا
عجیب جواب دیا، فرمایا: بی بی دنیا والوں کا تو میں
خیال کروں، لیکن یہ تو بتاؤ کہ دنیا والوں نے میرا
کیا خیال کر لیا، میری وجہ سے کسی نے اپنے طرز زندگی
میں، یا کسی نے اپنے کسی کام میں کوئی تبدیلی لانی
ہو۔ جب انھوں نے میرا خیال نہیں کیا تو میں ان
کا کیوں خیال کروں۔

(جاری)
قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی
معلومات میں ملانے اور تعبیر کیلئے ضائع کی جانے والی
اجزاء آپ پر فرض ہے، لہذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج
ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق پڑھ کر غلطیوں سے محفوظ رکھیں۔

اذان

دنیا میں ہر وقت
اس کی صدا گونجتی رہتی ہے

دنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں
انڈونیشیا کہہ ارض کے مشرق میں واقع ہے یہ ملک
بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سواترا، بونو
اور سیلبر شہور جزیرے ہیں انڈونیشیا آبادی کے
 لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے، ۸ کروڑ آبادی کے اس
ملک میں غیر مسلم کی آبادی کا تناسب آٹھ میں سے ایک
برابر ہے۔
طلوع سورج سورج کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی
ہے وہاں جس وقت سورج کے ساتھ سورج پانچ بج رہے ہوتے
ہیں طلوع سورج کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی
جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں
موزن خدائے بزرگ و برتری توحید اور حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے
ہوتے ہیں۔

مشرق جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر تک طرف
بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جھکارتہ میں موزنوں
کی آواز گونجنے لگتی ہے جھکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماترا
میں شروع ہو جاتا ہے اور سماترا کے بعد مغربی قصبوں
اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں
بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔
ملایا کے بعد برما کی باری آتی ہے جھکارتہ سے لائنوں
کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ
پہنچتا ہے، جنگل دیش میں اذانوں کا یہ سلسلہ ختم
نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرنگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں

دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا
ہے اور پورے ہندوستان کی نفاذ توحید رسالت کے
اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔
سرنگر اور سیلوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت
ہے، سیلوٹ سے کوئٹہ کراچی، اور گوادریک چالیس منٹ
کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند
ہوتی رہتی ہے، پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے
سے پہلے افغانستان اور وسط میں اذانوں کا سلسلہ
شروع ہو جاتا ہے۔ سقظ سے بغداد تک ایک گھنٹہ
کا فرق ہے۔ اسی عرصہ میں اذانیں جہاز مقدس، یمن،
عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔
بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔
اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں
بلند ہوتی ہیں اسکندریہ اور استنبول ایک ہی
طول و عرض پر واقع ہیں مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک
ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے اس دوران ترکی میں حدائے
توحید رسالت بلند ہوتی ہے۔
اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا
فاصلہ ہے اس عرصہ میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور
تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، فجر
کی اذان میں کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے
ہوا تھا، ساڑھے ۹ گھنٹے کا سفر طے کر کے اوقیانوس
کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے
فجر کی اذان اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع
ہو جاتا ہے، اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے
تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے
لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ تک مسلسل جھکارتہ
پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز
مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سبیل
سے بلشکل سماترا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء
کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا
میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے
اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی
ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ اگر ارض پر ایک
سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرنا جس وقت ہزاروں
لاکھوں موزن ایک وقت خدائے بزرگ و برتری
توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت
کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟
انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تاقیامت
اسی طرح جاری رہے گا۔
(بشکریہ دعوت دہلی)

دعا کے مغفرت
جناب انہارا محمد رفیع فرس چوک کھنڈو کے
لڑکے جناب فرقان احمد عباسی کا موزن ۳۳ ستمبر
کی ۳۳ سال کی عمر میں ایک مختصر علالت کے بعد
انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیراجعون۔
قارئین توجیحات سے دعا ہے مغفرت کھے
درخواست ہے۔



۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

دیکھو انہیں جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

ہمیں کدھر لے رہے ہو؟

لو وہ بھی کہتے ہیں کہ دیدہ بے ننگ و نام ہے

بہارِ دین کا حال ہمیں یاد دلا

یہ کسی فنڈ انشلٹ کا بیان نہیں ہے خود تمہارا صحافی بول رہا ہے۔ اس کا نام ہے ایڈورڈ گریسے (EDWARD GRIMSLEY) جو ال رجینڈا کس ۵ مارچ ۱۹۹۳ء فرماتے ہیں مگنٹن انتفاہیہ کا یہ قابل فخر کارنامہ ہے کہ اس نے حیٹی (HAITI) کو حیٹی والوں (HATIANS) کے لئے محفوظ کرنے کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔ مگر کیا یہ بات بڑی دل پسند نہیں ہوگی کہ امریکہ کو امریکہ والوں کے لئے محفوظ کرنے کا منصوبہ بنایا جائے؟

"بیشک یہ بڑی غناک بات ہے کہ حیٹی کے لوگوں کو اپنے گھروں میں بیٹھے اور قتل ہونے کا برا خطرہ لاحق ہے لیکن افسوسناک بات یہ بھی ہے کہ خود امریکیوں کو اپنے روزمرہ کے کاموں سے گھر آنے تک لوٹے جانے کا بیٹھنے کا اور قتل ہونے کا خطرہ ہے اس خطرے کے سدباب کے لئے فیڈرل حکومت نے ایک نئے کرائم بل (C.R. IME BILE) کا چرچا کیا ہے۔ لیکن اس بل کے تحت جو اصلاحی پروگرام چلیں گے ان کا حاصل اثر اس قدر اچھا ہے کہ بجائے جبراً لے کر بڑھانا ہوگا۔ اس بل کا سب سے بڑا منصوبہ مجرموں کو جیل خانے میں بند کر دینا ہے۔ مگر ان جیل خانوں میں مجرمین گھر سے زیادہ خوش و خرم اور محفوظ رہیں گے۔ مفت کھانا، مفت مکان، مفت دوا علاج، مفت کپڑے، قیومی کے پسندیدہ پروگرام اور تانس کے کھیل۔ یہاں مجرموں کو ہر طرح کے آرام کے علاوہ

گوئیوں کا نشانہ بننے کا خطرہ نہیں ہے" اخیر میں صحافی یوں طنز کرتا ہے: حال ہی میں یونائیٹڈ نیشن نے فوجیں صومالیہ بھیجی ہیں تاکہ وہاں امن قائم کر لیں۔ کیا اس سے کہیں زیادہ بہتر کام یہ نہ ہوتا کہ فیڈرل سرکار بجائے صومالیہ کی فائر جنگی ختم کرانے کے خود امریکی باشندوں کو کھے بد حالی کو درست کرنے کی طرف قدم بڑھاتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکی شہریوں کو بنا ہ حاصل کرنے کے لئے صومالیہ یا حیٹی جانا پڑے گا۔ درحقیقت ان غیر ملکوں میں امن بحال کرنے کے لئے فوجوں کو بھیجنے کے بجائے خود اپنے غیر محفوظ علاقوں میں فوج بھیجنے کی ضرورت ہے۔ غیر محفوظ علاقوں میں چند کے نام یہ ہیں: میامی، شیکاگو ڈیٹرائٹ، نیویارک، لاس انجلس وغیرہ جہاں کے لوگ دور دراز علاقوں کے باشندوں کے بجائے خود قیام امن کے بہت زیادہ مستحق ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے۔

"درحقیقت جس طرح سے کہیو بانے اپنے خالی مجرموں کو شہر بدر کر کے فلوریڈا یا روانہ کر دیا اور بد قسمت حیٹیوں کو امریکی مقامات پر بھیجا جا رہا ہے اسی طرح ہمیں اپنے جرائم پیشہ لوگوں کو ملک بدر کر دینا چاہئے۔ جائیں وہ کیوبا اور حیٹی اور وہیں اپنی قسمت آزمائی کریں۔" صحافی بڑھتے ہوئے جرائم کا نقشہ یوں کھینچ رہا ہے۔

آج سے ۴۰ سال قبل صدر آئزن ہاور نے صورت آرکنا س میں کالے بچوں کو سفید در اندازی سے بچانے کے لئے فوج روانہ کی تھی۔ لیکن آج سیاہ فام بچے اپنے پڑوسی اسکول میں جاتے وقت سڑکوں پر پھیلے ہوئے جرائم پیشہ لوگوں سے بچنا کھنا بہت مشکل سمجھتے ہیں۔ اب سڑکوں پر چلنا خطرناک ہے۔ دن دہاڑے ڈکیتیاں اور قتل ہو لگتے ہیں۔"

آخر میں مسبر یوں کہہ رہا ہے: "ابھی بھی موقع ہے کہ امریکی شہری کانگریس کو مجبور کر دیں کہ کرائم بل پر نظر ثانی کی جائے اور احتیاطی قوانین کو سخت تر کیا جائے جس میں جرائم پیشہ لوگوں کو ملک بدر کرنا شامل ہو۔"

"کیا اچھا ہوتا" وہ پکار لگا رہا ہے کہ "امریکی فوجیں خود اپنے گھر کے بچاؤ کے لئے استعمال کی جائیں۔" آج کی سرکاری رپورٹ یہ ہے کہ صرف ایک شہر رجینڈا میں اس سال کے اندر قتل کی تعداد ۱۰۲۰۲ تک پہنچ چکی ہے اور قتل عمد کی تعداد ۳۲۲۲

القبیہ ڈاکٹر سید سلمان ندوی

کہ یورپ کے دل میں کسی مسلمان ریاست کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ انھوں نے کہا کہ یہاں آپ کو اپنی بقا کی جنگ لڑنی ہے اور وہ جنگ بینک و مینرائل سے نہیں علمی و فکری محاذ پر لڑنی ہے۔ یہ اس وقت ہو گا جب آپ اپنی اولاد کو دینی و عصری تسلیم سے آراستہ کریں گے۔

(بشکریہ بلاشعریہ)

ڈاکٹر سید سلمان ندوی کا سید سلمان ندوی کا دورہ برطانیہ

مختلف اجتماعات سے فنکارانہ خطاب

عالم اسلام کی نماز طلوع شخصیت علامہ سید سلمان ندوی

رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فرزند اور دربن یونیورسٹی (تولڈ) میں شعبہ اسلامیات کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے گذشتہ ماہ ورلڈ اسلامک فورم کی دعوت پر برطانیہ کا پانچ روزہ دورہ کیا اور لندن بولٹن، بائلی، ڈیویزی، ایشر اور دیگر شہروں میں متعدد اجتماعات سے خطاب کیا۔ ورلڈ اسلامک فورم کے سکریٹری جنرل مولانا محمد عیسیٰ منصوری بھی دورہ میں ان کے ہمراہ تھے۔ ڈاکٹر سلمان ندوی نے ان اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں اس سے پہلے بار بار برطانیہ آچکا ہوں۔ لیکن ہر مرتبہ میری آمد آکسفورڈ، کیمبریج اور اسلامک فاؤنڈیشن تک محدود رہی ہے۔ اس بار ورلڈ اسلامک فورم کی دعوت پر پہلی بار صحیح معنوں میں برطانیہ دیکھنا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے دینی ادارے، مساجد، علماء اور دانشوروں سمیت مختلف طبقات سے ملاہوں نے خوشی ہے کہ آپ حضرات نے یہاں ایمان کا چراغ جلا رکھا ہے۔ مغرب کی علمی و فکری برتری آج انسانیت کی تخریب کیلئے استعمال ہو رہی ہے۔ مغرب نے عالم اسلام پر اپنے فونی پیچھے کاڑ رکھے ہیں اور مسلم حکمرانوں کو اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے۔ مصر، الجزائر، عالم اسلام میں حکمرانوں کی جنگ اسرائیل سے نہیں، یورپ سے نہیں کفر سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے جاری ہے جو اللہ کا کلمہ بلند دیکھنا چاہتے ہیں جو اللہ کے دین پر یقینا اور اسے نافذ کرنا چاہتے ہیں اور اس جرم میں ہر روز

مسلم نوجوانوں کے قتل اور بھانسی دیئے جانے کی خبریں آرہی ہیں۔ ان مسلم نوجوانوں کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ اسلام کو سر بلند کرنا چاہتے ہیں آپ حضرات کو جہاں مغرب میں مسلم ممالک سے کہیں جڑھ کر اسلام پر چلنے کی آزادی حاصل ہے مجھے افسوس ہوتا ہے کہ شاید اسلام کی نشاۃ ثانیہ مغرب سے ہو، اس کیلئے آپ لوگوں کو پوری تیاری کرنی ہے۔ ملائٹ کرام کو چاہیے کہ انگریزی زبان میں پوری جہارت حاصل کریں۔ مغرب کی تاریخ کا مطالعہ کریں۔ نئی نسل سے براہ راست تعلق پیدا کریں اور دنیا کی تفریق اسلام کو زبردست نقصان پہنچا رہی ہے۔ مغرب کی پوری کوشش ہے کہ مسلمانوں میں دین و دنیا کی تفریق قائم رہے اور دو سوال ہی بچتے جو ایک دوسرے سے متعلق ہوں اور وہ ہیں آجائیں۔ اس طرح وہ نئی نسل کو نظر پائی فکری اعتبار سے اسلام سے کاٹ لے۔ انھوں نے کہا کہ آپ حضرات جن قوموں کے درمیان رہ رہے ہیں وہ اسلام کے متعلق شدید غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں، اس لئے کہ عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کا تعارف ہی میدان جنگ میں ہوا۔ مدیوں سے یورپ میں اسلام کو قتل و غارتگری سفایت اور بے رحمی کے مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ آپ حضرات کو اپنے کردار سے ثابت کرنا ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے اسلام دیگر مذہب کی طرح ایک مذہب نہیں بلکہ ایک دین ہے

مذہب عبادت کی چند رسموں کا نام ہوتا ہے اور دین ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط نظام حیات ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے برطانیہ میں دیکھا کہ دینی مکاتب و مدارس کا نصاب و طریقہ تعلیم وہی چل رہا ہے جو ۵۰-۶۰ سال پہلے برصغیر میں تھا۔ آپ حضرات کو چاہیے کہ اس ملک کے ایک گراؤ نڈا میں نظر آج کی ساختی ضرورتوں اور یہاں کے بچوں کے مزاج و نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے نصاب از سر نو مرتب کریں۔

انھوں نے کہا کہ روس کی شکست و رخت کے بعد مغرب نے اسلام کے خاتمہ کو اپنا مقصد بنا لیا ہے۔ مغرب کو آپ کی نمازوں سے خطرہ نہیں ہے۔ آپ جتنی چاہیں مسجدیں بنوائیں مغرب میں چاہتا ہے کہ اسلام مسجد میں بند رہے۔ انھوں نے کہا کہ مغرب لڑ رہا ہے خالد بن ولید کے اسلام سے، صلاح الدین ایوبی، طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم کے اسلام سے کیونکہ ان کا اسلام عبادت کی چند رسموں تک محدود نہیں تھا بلکہ زندگی کے ہر شعبہ پر محیط تھا۔ جب آپ حضرات نے یہاں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو اپنی نسلوں کو ایمان و اسلام پر پابند رہنے کا انتظام کرنا آپ پر فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ بوسنیا میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل عام پر مغرب خاموش تماشائی بنا رہا، ان یومین رائٹس کے علمبرداروں کی اسلام دشمنی بوسنیا میں پوری طرح عیاں ہے۔ فرانس کا صدر اور برطانیہ کے پرائم مشر کے الفاظ میں کہہ چکے ہیں (باقی ملاحظہ ہو)

رسول و حکمت

تسط (۳) آتری
کا بار تھا:

دین و دنیا کی وحدت

ان عظیم الشان غلطیوں میں سے جن میں لوگ پیشتر سے مبتلا تھے ایک یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ دین اور دنیا دو مختلف چیزیں ہیں، دونوں کا دائرہ الگ الگ ہے، جو دین کو اختیار کرتا ہے دنیا سے علیحدہ ہو جاتا ہے، اور جو دنیا و رخارف دنیا پر نظر ڈالتا ہے اس کے ہاتھ سے دین کا دامن چھوٹ جاتا ہے، اس خیال نے اگرچہ ایران، ہندوستان، چین اور دیگر ممالک مشرقیہ میں عملی شکل اختیار کر لی تھی اور رہبان مومنشین و بادشاہان مشرکین کے حدود زندگی اور دائرہ عمل میں ایسی حد داخل قائم کر دی تھی کہ دونوں کا اجتماع و تعاون تقریباً ناممکن ہو گیا تھا تاہم اس سلسلہ میں زیادہ قابل توجہ وہ قومیں تھیں جو اپنے کو صحائف آسمانی کا پیرو اور سفیران الہی کا طالب اول سمجھتی تھیں، ہندو، بدھ، کنفوشی اور زرتشتی نقطہ نظر سے زیادہ قابل غور وہ تھیں جہاں جہاں اللہ کی تعظیم میں کر دی گئی تھی، ان میں کچھ دین کے کارکن تھے اور کچھ دنیا کے، ہندوؤں میں خلقت برہمن دین کے لیے اور راجپوت بادشاہی کیلئے اور دشمن تبارت کا شکرگاری کیلئے اور شہور و محنت و مزدوری کیلئے تھے اور ان کی عمروں کی بھی تقسیمیں کر دی گئی تھیں، کہ تیس برس تعلیم کے، تیس برس دنیا گمان کے اور تیس برس بھلائی کے، پورھوں میں بھکشو الگ کر دیے گئے تھے جن کا کام صرف دھرم شیوا تھا، اور دنیا دار الگ تھے، جو دنیا کا کاروبار کرتے تھے جن پر بھکشوؤں کے تمام اخراجات

یہودیوں میں لاوی دین کے کارکن تھے، وہ دنیا کے کاموں سے الگ رکھے گئے تھے، وہ خاندانی ترکہ وراثت سے بھی محروم تھے کہ یہ دنیا کی چیزیں تھیں اور باقی لوگ دنیا دار تھے، ہسائیوں نے اس تقسیم کی دیوار کو اور زیادہ بلند کر دیا تھا، انھوں نے تو خدا اور قیصر اپنے دو حکمران فرض کئے تھے، اور یہ تعلیم پائی تھی کہ جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو! یہود و نصاریٰ نے اس غلط خیال کے مطابق اپنے کو ڈھاننے کی جن طرح کوشش کی، اس کی عملی شکل بد و تضاد طریقوں سے ظاہر ہوئی، یعنی یہود نے دنیا و عقبی کا حاصل دنیا کو بھما، اور نصاریٰ نے عقبی کو، یہود کی حکومت و مملکت مال و دولت، اور تمام سوری کاروبار کا سنبھالی صرف یہ خیال تھا کہ انسان کے اعمال و افعال کا مرجع دنیا ہے، اس لیے انھوں نے دین کو بالائے طاق رکھ کر اپنی توجہ تمام تر دنیاوی چیزوں تک محدود رکھی، اور یہ نیکی کا معاوضہ اس دنیا کی نعمت کر گھا، اور اسی لیے ان میں ایک بڑا فرقہ تھا جو صرف دنیاوی نعمات پر اعتقاد رکھتا تھا اور آخرت کا قطعاً منکر تھا، بخلاف اس کے الگے نصاریٰ نے زخارف دنیاوی کو ہاتھ تک نہیں لگایا، وہ ہر نعمت کو آسمانی بادشاہت میں تلاش کرتے رہے، اس لیے راہبانہ طریقہ زندگی اور زمانہ طرز معیشت اختیار کیا۔

اسلام کی تعلیم - لیکن پیغمبر اسلام علیہ السلام کے کے درمیان سے جب اسلام آیا تو اس نے دنیا کی اس تقسیم غلط فہمی کو دور کیا، اور بتایا کہ یہ دونوں چیزیں دونوں ہیں،

بلکہ ایک ہیں، دین و دنیا ہے، اور دنیا دین ہے، دین میں جب خواہشات نفسانی شامل ہوں تو دنیا ہوجاتا ہے اور دنیا میں احکام الہی کا نتیجہ پیش نظر ہو تو دین ہوجاتی ہے اس طرح جو چیز ان دونوں کے درمیان صفات حاصل قائم کرتی ہے وہ انسان کا نقطہ نظر ہے، اگر وہ صحیح ہو تو پھر یہ حد بھی قائم نہیں رہتی، اور دونوں چیزیں ایک ہوجاتی ہیں، دھرم و حکومت و سلطنت میں کو دنیا سمجھا جاتا ہے، اگر وہ خدا کی مرضی کے لیے کی جائے تو دین ہوجاتی ہے، مال و دولت جمع کرنا دنیا ہے، لیکن اگر توجہ انسانی کی خدمت پیش نظر ہو تو دین ہوجاتا ہے، خود کھسی دنیا ہے، لیکن اگر زخارف خداوندی کی تعمیل میں اس کو اختیار کیا جائے تو شہادت کی شکل پا کر دین ہوجاتی ہے!

پیغمبر اسلامؐ فداء الہی و الہی نے عملی شکل میں ہم کو یہ صورت بتلائی، آپ کی نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، قیام لیل، عبادت شبانہ، تلاوت قرآن، تبلیغ احکام، غزوات و فتوحات، ہمت سلطنت کی مفروضیت، فرض آپ کی میرت کا ایک ایک واقعہ دین ہی تھا اور دنیا بھی، میں اس وقت جب آپ پر سکندر و قیصر ہونے کا دھوکا ہوتا تھا، آپ سفیر الہی اور فرشتہ بزدانی نظر آتے تھے، آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور صحابہ رضوان اللہ علیہم نے بھی اس نکتہ کو واضح کیا، اور نکتے تمام کا ماننا ہمارے زہن کے اندر وجہ روح نظر آئی جو دین اور دنیا کی ترکیب و اختراع سے پیدا ہوئی تھی اور جو قرآن پاک کے منشا کے عین مطابق تھی، قرآن عید نے متعدد آیات شریفہ میں انسانی اعمال کی جزا کو دنیا اور دین دونوں سے متعلق فرمایا ہے، یعنی یہ بتایا ہے کہ انسان کو نیکی یا بدی کا پھیل دنیا میں بھی ملتا ہے، اور عقبی میں بھی ملیگا، یہ نکتہ صحابہ کرامؓ کے بعد صرف تک مسلمانوں کے پیش نظر رہا، اور جب تک وہ اس کو سمجھتے رہے ان کے تمام اعمال و افعال میں نیکی رنگ نمایاں رہا، ان کی دنیا عین دین رہی اور ان کی دین عین دنیا! مسلمانوں کے زوال کا حقیقی سبب۔

لیکن جب سے اس نقطہ نظر میں تبدیلی واقع ہوئی

ان کے کام ابتر ہو گئے، اور ان میں اسلام کے بھانے یہودیت اور نصرانیت کا رنگ جھلکنے لگا، ان میں اس اہل کتاب کی طرح دین اور دنیا دو مستقل اور جدا گانہ چیزیں قرار پائیں، بعض علامہ دنیا کو اختیار کر کے دین سے غافل ہو گئے، اور یہود کے خیال کو زندہ کر دیا، بعض نے ترک دنیا کر کے گوشہ نشینی کو ترجیح دی اور مسیحا یوں کی راہبانہ زندگی یا ذاتہ کر دی، اس کی ایک محسوس اور عین مثال خلافت کے حدود میں ملتی ہے، پہلے خیال کے تسلط کے زمانہ میں غلیظہ دینی مقتدا اور دنیاوی و جس سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن جب دوسرا ستوی ہوا تو ولایت اور پاپا عیث کی صورت پیدا ہو گئی، یعنی مذہبی پیشوا الگ ہو گئے اور دنیاوی حکومت مسلمانوں کے قبضہ و اقتدار میں میں چلی گئی، اس تفریق نے مسلمانوں کی قومی قوت اور اجتماعی شہانہ کو جس طرح توڑا اور منتشر کیا، اس کے شواہد ذرا تاریخ سے باہر ان کی موجودہ حالت کے اندر آج بھی ملتے ہیں جن کو ماہرین فلسفہ تاریخ کے علاوہ امراض قومی کا ہر نبض شناس آج بھی سمجھ سکتا ہے، برادران اسلام اندر میں حالات ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ ہم اپنی موجودہ استری و بیسی کا احساس کر کے اس مرکزی خیال کی طرف عود کریں جو ہماری ترقی و سرسبزی اور تفوق کا ضامن تھا، جس کے اندر اسلام کی روح جلوہ گر تھی، اور جو یہودیت و عیسویت سے بالکل علیحدہ تھا:

آج اقوام اسلامی یا تو یہودی تخیل کا شکار ہیں یا عیسوی تخیل کا، محمدی دعوت آج اکثر انہی نگاہوں سے پریشیدہ ہے، آج منبر اور تخت دو کچھ جاتے ہیں، اور سپہ سالار اور امام نماز دو گروہ ٹھہرائے جاتے ہیں، حالانکہ ہمارا منبر اور تخت ایک تھا، اور ہمارے سپہ سالار ہی ہماری نماز کے امام ہوتے تھے!

اسلام کی طرف آؤ مسلمانوں نے محمد رسول اللہؐ کی اس تسلیم کو ایک مدت سے فراموش کر دیا ہے اور انھوں نے بھی دین و دنیا کے حدود مقرر کر لیے

ہیں اور خدا اور قیصر دو شہنشاہوں کی رعایا بن گئے ہیں وہ سلطنت و حکومت و تجارت و خدمت و کسب و کار اور تعلیم و ہنر کو دنیا کا کام اور صرف نماز روزہ اور تسبیح و تہلیل خوانی کو دین کا کام سمجھتے ہیں، عمالہ حسن نیت ہوتے ہوئے دنیاوی ہمد و حمد، ہر سیاسی سعی و فکر ہر تعلیمی لالچ و خدمت، ہر تجارتی شغل و کاروبار ہر صنعتی فن و اقدام اور ہر ایجاد و اختراع سراسر دین ہے، اور اگر حسن نیت نہ ہو تو رات بھر کا قیام نماز اور دن بھر کا روزہ بھی دنیا ہے!

محمد رسول اللہؐ نے جس مذہب کو پیش کیا اس میں دین و دنیا کی تفریق اگر کسی معنی میں ہے بھی تو کاموں کے امتیاز کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ دونوں کھس نیتوں کے فرق کی وجہ سے ہے اور یہی وہ راز ہے جسکی بنا پر اسلام جب دین بن کر آیا تو ساتھ ہی ساتھ سلطنت و حکومت کا پیام بھی لایا، پورے مذہب میں دین الگ سے آیا اور دنیا الگ سے، جنی اسرائیل کو دین ملنے کے چار سو برس بعد سلطنت ملی، عیسائیت کو حضرت عیسیٰ کے صدیوں کے بعد تخت کا منہ دیکھنا

نعیب ہوا، لیکن محمد رسول اللہؐ نے جس وقت مدینہ منورہ میں اپنے دین کا منبر نصب کیا، اس وقت دنیا کا تخت بھی بچھ گیا اور اسی وقت عظیم الشان اخلاقی و روحانی و تجارتی و سیاسی، علمی و تعلیمی فرض تمدن و تہذیب کے تمام شعبے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہو گئے، تیس برس کے اندر اندر قطیف فارس سے لیکر بحر ظلمات تک دین و اخلاق، علم و عمل، عدل و انصاف، اخوت و مساوات اور تہذیب و تمدن کی ایک نئی دنیا پیدا ہو گئی، اہل اسلام و اہل کتاب کی مشترکہ دستہ دوستی نے انسانی اخوت کی ایسی نظمیہ پیش کی جس کی مثال دنیا نے نہیں دیکھی تھی اور عرب و عجم، ترک و چین، ہندو روم، اور بربر و عجم نے مل کر لایا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے علم افتاد کے زیر سایہ ایسی اخوت عامہ کی بنیاد ڈالی دی، جس کے مناظر اس دور ترقی میں بھی نظر

نہیں آتے، اس سربل و عظیم انقلاب کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ دین و دنیا کے کاموں کی تفریق کی دیوار اس نے ڈھادی تھی، رہبانیت اور گوشہ نشینی کا نام اس نے نہیں رکھا تھا، بلکہ ممالک کے فتوحات میں، مدارس کی تاسیس، تجارت کے بڑے بڑے سفر میں، جنگ و قتال میں نا امن و صلح کی کوشش میں ہوں حصول رزق اور کسب دولت کی صحیح سعی میں ہوں یا فریبوں، بیگسوں اور مسافروں کی اعلا کے کام ہوں، آل و اولاد اور زن و فرزند کی نگہداشت خواہشیں ہوں یا خدا کیلئے تنہا ہونے اور جہاد ہونا میں سے ہر کام محمد رسول اللہؐ کے مذہب میں دین تھا، اس لیے ایک مسلمان کی زندگی کا ہر شعبہ ہر قسمی محنت اور ہر جہد و جدوجہد کی مرضی کے حصول کی خاطر ہو، سراسر دین تھی:

مسلمانوں کی گذشتہ تباہی و بربادی کا اصلی سبب یہی ہوا کہ انھوں نے دین و دنیا کی اس وحدت کے نکتہ کو فراموش کر دیا تھا، بادشاہ دنیاوی کا رو بہ کار اور شیخ الاسلام دینی معاملات کا ذمہ دار بنا، اور مسلمانوں کی طرح دین الگ اور دنیا الگ، قیصر الگ اور خدا الگ قرار دیا گیا، دینی کاموں کی فہرست الگ بنائی گئی اور دنیاوی کاموں کی فہرست الگ تیار کی گئی، کچھ لوگوں نے اپنے کو خائف ہوں، مسجدوں اور قبروں میں بند کر کے اپنے کو دین کا خادم کہلا یا کچھ لوگوں نے دنیا کے بازاروں اور جہد و جہد کی صفوں میں بیہوش چکر اپنے کو دنیا دار قرار دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اہل دین ہونے کے مدعی دنیا کے کاموں کے لائق نہ رہے، اور کھلم کھلا اہل دنیا کہلانے والے خدا کے خوف و خشیت کو بھلا اور اس کی رضا کی دولت کو کھو بیٹھے:

اب امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ پر فرض ہے کہ وہ دین و دنیا کی وحدت کے اس راز کو سمجھے اور اپنی نجات و نفع کی تہذیب سراسر وحدت کے اندر تلاش کرے، (باتی ص ۲۳ پر)

مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کراچی

آزادی نسوان کا فریب

گنتی میں اگرچہ دولت زیادہ ہو جائے (۲) اور بچوں کی صحیح تربیت کے لئے اور بچوں کو صحیح فکر پر ڈھالنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرض عودت کے سپرد کیے ہیں۔ یہی وجہ کہ باوجود یکہ بچہ ماں اور باپ دونوں کا ہوتا ہے۔ لیکن جتنا پیارا اور صحنی ماما اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں رکھی، باپ کے دل میں اتنی نہیں رکھی۔ اور بچے کو جتنا پیارا بچہ ماں سے ہوتا ہے، اپنے باپ سے اتنا نہیں ہوتا۔ اور جب بچے کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ چاہے کسی بھی جگہ پر ہو، وہ فوراً ماں کو پکارے گا باپ کو نہیں پکارے گا۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ ماں میری مصیبت کا علاج کر سکتی ہے، اور اسی محبت کے رشتے سے بچے کی تربیت ہوتی ہے۔ اور جو کام ماں انجام دے سکتی ہے، وہ باپ انجام نہیں دے سکتا۔ اگر کوئی باپ چاہے کہ میں ماں کی مدد کے بغیر بچے کی پرورش خود کروں، تو باپ کے لئے یہ بات ممکن نہیں تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ آج کل لوگ بچوں کو نرسوں کے اندر پالتے ہیں۔ یاد رکھو! کوئی بھی نرسی بچے کو ماں کے مامتا اور اس کی شفقت دے سکتی ہے۔ ماں کی مامتا اور اس کی شفقت کو حاصل کرنے کے لئے یہ لازم ہے کہ عورت گھر کا نظام سنبھالے۔ اگر کوئی عورت گھر کا نظام نہیں سنبھال رہی ہے تو وہ فطرت سے بغاوت کر رہی ہے اور فطرت سے بغاوت کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اس وقت آنکھیں دیکھ رہے ہیں۔ بڑے کارناموں کی بنیاد گھر ہے

قرآن کریم نے جو آیت "ذُرُونِ فِی بُیُوتِکُنَّ" (اپنے گھروں میں قرار سے رہو) ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا کہ ہم نے عورت کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ زندگی کی یہ اہم ترین خدمت انجام دے کر اپنے فیملی سسٹم کو استوار کرے اور اپنے گھر کو سنبھالے۔ اس کے تو کوئی معنی نہیں ہیں کہ گھر کا گھر اجڑا پڑے اور ساری توجہات باہر کے کاموں میں صرف ہو رہی ہیں۔ باہر ہر کمر انسان جو کچھ کماتا ہے وہ تو اس لئے کماتا ہے کہ گھر کے اندر اگر انسان سکون حاصل کرے لیکن اگر گھر کا سکون تباہ ہے تو پھر اس نے جتنی کچھ کمائی کی ہو، وہ کماٹھے بے کار ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بیکے کو ماں کی مامتا کی ضرورت ہے اس لئے گھر کے نظام کو استوار کرنے کے لئے

کہ "ذُرُونِ فِی بُیُوتِکُنَّ" یعنی اپنے گھروں میں قرار سے رہو، یہ گھر ہی تمہاری دنیا و آخرت ہے یہ گھر تمہاری زندگی ہے۔ اور یہ خیال مت کرو کہ مرد گھر سے باہر نکل کر بڑے بڑے کام انجام دے رہا ہے لیکن میں بھی باہر نکل کر بڑے بڑے کام کرنا ہے انجام دوں..... اسے یہ تو سوچو کہ سارے بڑے کارناموں کی بنیاد یہ گھر ہے۔ اگر تم نے اولاد کی صحیح تربیت کر دی اور ان کے دلوں میں ایمان پیدا کر دیا اور ان کے اندر تقویٰ اور عمل صالح پیدا کر دیا تو یقین رکھو کہ مرد باہر نکل کر جتنے بڑے بڑے کارنامے انجام دے رہا ہے، ان تمام کارناموں پر تمہارا یہ کارنامہ فوقیت رکھے گا کہ تم نے ایک بچے کی تربیت دین کے مطابق کر دی۔

مغرب کے اٹلے پروپیگنڈے نے اور مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے معاشرے کی خواتین سے اولاد کی دینی تربیت کی فکر کو فراموش کرنا شروع کر دیا ہے اور جو خواتین اپنے گھروں میں بیٹھی ہیں وہ بھی کبھی کبھی یہ سوچنے لگتی ہیں کہ واقعہ یہ لوگ کس مت کہتے ہیں ہم گھر کی چار دیواری میں مقید اور بند ہو گئے ہیں۔ اور جو خواتین گھروں سے باہر نکل رہی ہیں، شاید یہ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں..... لیکن خوب سمجھ لیں کہ عورت جو خدمت اپنے گھر میں بیٹھ کر انجام دے رہی ہے، یاد رکھو اس کا کوئی بدل نہیں ہے۔ اور وہ خدمت گھر سے باہر نکل کر بازاروں میں جا کر دوکانوں پر بیٹھ کر نہیں انجام دی جاسکتی، جو گھر میں بیٹھ کر انجام دی جاسکتی ہے۔

تسلکین و راحت پردہ کے اندر ہے اور خواتین یہ نہ سمجھیں کہ یہ پردہ ہمارے لئے دشواری کا سبب ہے، بلکہ عورت کی فطرت میں پردہ داخل ہے، اور عورت کے معنی ہی "چھپا ہوا" ہے چیز کے ہیں۔ اور پردہ عورت کی سرشت میں

داخل ہے۔ اگر فطرت مسخ ہو جائے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ لیکن جو تسکین اور راحت پردہ کھے حالت میں ہوگی، وہ تسکین بے پردگی اور فطرت کھلا اور علانیہ رہنے کی حالت میں نہیں ہوگی۔ لہذا پردہ کا تحفظ حیا کا ایک لازمی حصہ ہے۔

آج سروں کے بال کی حالت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں آج کے حالات دیکھ رہی تھیں آپ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب ایسی عورتیں ہوں گی ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے جیسے لاغراؤنٹ کے کوہان۔ اونٹ کے کوہان کی طرح بال بنانے کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تصور بھی نہیں آسکتا تھا۔ آج دیکھ لیں کہ عورتیں اونٹوں کے کوہان کی طرح بال بنا رہی ہیں۔

لباس کے اندر بھی عریاں اور فرمایا کہ وہ عورتیں بظاہر تو لباس پہنے ہوئے ہوں گی، لیکن وہ لباس ایسے ہیں جن سے ستر کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اتنا باریک ہے، یا وہ لباس اتنا چمکتے ہیں کہ اس کی وجہ سے جسم کے تمام نشیب و فراز عیاں ہو جاتے ہیں اور یہ سب حیا کے ختم ہونے کا نتیجہ ہے۔ آج سے پہلے اس کا تصور اور خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ وہ ایسا لباس پہنے گی۔ اس لئے کہ اس کے دل میں حیا تھی اور اس کی طبیعت ایسی تھی کہ وہ ایسا لباس پہننا پسند نہیں کرتی تھی، لیکن آج سیزہ کھلا ہوا ہے، گلا کھلا ہوا ہے، بازو کھلے ہیں، یہ کیا لباس ہوا؟ لباس تو ستر پوشی کے لئے تھا جو عورت کو اس کی اصل فطرت کی طرف لوٹانے کے لئے تھا۔ وہ لباس ستر پوشی کا کام دینے کے بجائے جسم کو اور زیادہ نمایاں کرنے کا کام انجام دے رہا ہے۔

مخلوط تقریبات کا سیلاب

شادی بیاہ کی تقریبات میں بے حیائی کے جو ناکارہ گھرانوں میں بھی نظر آنے لگے ہیں جو اپنے آپ کو دیندار کہتے ہیں جن کے منہ سے کسی حد تک صاف اول میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ ان کے گھرانوں کھے شادی بیاہ کی تقریبات میں جا کر دیکھو کہ کیا ہوا ہے۔ ایک زمانہ وہ تھا جس میں اس بات کا خیال اور تصور نہیں آسکتا تھا کہ شادی بیاہ کی تقریبات میں مردوں اور عورتوں کی مخلوط اجتماع ہوگا لیکن اب تو مرد و عورت کی مخلوط دعوتوں کا ایک سیلاب ہے اور عورتیں بن سسور کر سنگھار چمار کر کے زیب دزیت سے آراستہ ہو کر ان مخلوط دعوتوں میں شریک ہوتی ہیں۔ نہ پردہ کا کوئی تصور ہے، نہ حیا کا کوئی خیال ہے۔

یہ بد امنی کیوں نہ ہو اور پھر ان تقریبات کی ویڈیو فلمیں بن رہی ہیں تاکہ جو کوئی اس تقریب میں شریک نہ ہو سکا اور اس نظارے سے لطف اندوز نہیں ہو سکا اس کے لئے اس نظارے سے لطف اندوز ہونے کے لئے ویڈیو فلم تیار ہے۔ اس کے ذریعہ وہ اس کا نظارہ کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ لیکن پھر بھی نمازی پر سیزہ گزار یہ سب کچھ ہورہا ہے۔ لیکن کان پر جوں تک نہیں رہتی۔ اور مانتے پر شکن نہیں لگتی اور دل میں اس کو ختم کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوتا۔ بتائیے کیا پھر بھی یہ فتنے نہ آئیں؟ کیا پھر بھی بد امنی اور بے سکونی پیدا نہ ہو؟ اور آج کل باریک کی جان و مال و عزت و آبرو خطرے میں ہے۔ یہ سب کیوں نہ ہوں..... یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھے

برکت ہے کہ ایسا قہر ہم پر نازل نہیں ہوتا کہ ہم سب ہلاک ہو جائیں۔ ورنہ ہمارے اعمال تو سارے بے ہیں کہ ایک قبر اور عذاب کے ذریعہ سب کو ہلاک کر دیا جاتا۔

گڑھے میں ڈھکیل رہے ہیں

اور یہ سب گھر کے بڑوں کی غفلت اور حسی کا نتیجہ ہے کہ ان کے دل سے احساس ختم ہو گیا۔ کوئی کنبے والا اور کوئی ٹوکنے والا نہیں رہا۔ بچے جہنمی طرف دوڑے ہوئے جا رہے ہیں۔ کوئی ان کا ہاتھ پکڑ کر روکنے والا نہیں ہے۔ کسی باپ کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم اپنی اولاد کو کس گڑھے میں ڈھکیل رہے ہیں اور دن رات سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اب اگر کوئی ان کو بچاتا ہے تو ان بڑوں کا یہ جواب ہوتا ہے کہ ارے بھائی! یہ تو فوجوان ہیں، لگے رہنے دو، ان کے کاموں میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ اسی طرح اولاد کے سامنے ہتھیار ڈال ڈال کر نتیجہ یہاں تک پہنچ گیا۔

ابھی پانی سر سے نہیں گزرا

اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا ابھی اگر گھر کے سربراہ اور گھر کے ذمہ دار اس بات کا تہیہ کر لیں کہ یہ چند کام نہیں کرنے دیں گے، ہمارے گھر میں مرد و عورت کا مخلوط اجتماع نہیں ہوگا، ہمارے گھر میں کوئی تقریب عورتوں کی بے پردگی کے ساتھ نہیں ہوگی، ویڈیو فلم نہیں بنے گی، اگر گھر کے بڑے ان باتوں کا تہیہ کر لیں، تو اب بھی اس سیلاب پر بند باندھا جاسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ سیلاب قابو سے باہر چلا ہو۔ لیکن اس وقت سے ڈرو کہ جب کوئی کنبے والا خیر خواہ اس صورت حال کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا، اور نہیں کر سکے گا۔ (باقی صفحہ پر)

سوال و جواب

محفل طلاق ندوی

س:۔ ایک شخص تقریر کر رہا ہو اور کوئی انیوالا اسے سلام کرے تو کیا اس پر جواب دینا لازم ہے؟
ج:۔ ایسی صورت میں سلام کا جواب دینا لازم نہیں ہے۔

س:۔ شرابی شراب کے نشے میں ہوا سے سلام کرنا کیسا ہے؟
ج:۔ ایسی حالت میں شرابی کو سلام کرنا ممنوع ہے۔

س:۔ ایک شخص یوں قسم کھاتا ہے کہ کبیر کی قسم میں فلاں کام نہیں کروں گا پھر اس کام کو کرتا ہے تو کیا اس پر قسم توڑنے کا کفارہ عائد ہوگا؟
ج:۔ اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی ہے چنانچہ اگر کسی نے کبیر کی قسم کھا کر کہا کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا پھر کر لیا تو حاشا نہیں ہوگا اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا مگر اگر اللہ کے علاوہ غیر اللہ کی قسم نہیں کھانا چاہے یہ شرعاً درست نہیں ہے۔

س:۔ امانت کی رقم کو تجارت میں لگا سکتے ہیں؟
ج:۔ دامان امانت کی اجازت کے بغیر امانت کی رقم تجارت میں نہیں لگا سکتے ہیں اجازت ضروری ہے۔

س:۔ ایک بڑوسی نے کوئی سامان دودن کے لئے عاریت پر لیا اتفاق سے وہ ضائع ہو گیا تو اس پر تلافی لازم ہوگا؟
ج:۔ اگر حفاظت کرنے کے باوجود مذکورہ سامان بڑوسی کے یہاں ضائع ہو گیا تو اس پر تلافی عائد نہ ہوگا۔

س:۔ ایک شخص نے مہم الفاظ سے طلاق دی پھر اس سے پوچھا گیا کہ آپ نے طلاق دی ہے تو اس نے کہا ہاں میں طلاق دی تو اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟
ج:۔ اگر کسی نے اپنی بیوی سے ایسے مہم الفاظ کہے جس سے پتہ نہ چلتا ہو کہ آیا طلاق ہے یا سرزنش پھر کسی نے پوچھا کیا آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اس نے جواب میں کہا ہاں تو یہ طلاق صریح ہو جائے گی۔

س:۔ کیا میت کو غسل دینے والے کے لئے غسل کرنا واجب ہے؟

ج:۔ واجب نہیں ہے مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میت کو غسل دے، اسے غسل کرنا چاہئے اور جو اس کا جنازہ اٹھائے اسے وضو کرنا چاہئے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

اس حدیث سے اگرچہ میت کو غسل دینے پر غسل کرنے کا حکم معلوم نہیں ہوتا ہے لیکن اس حکم کو وجوب کے بجائے استحباب پر محمول کیا جائے گا کیونکہ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو غسل دینے پر غسل کرنا لازمی نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت کو غسل دو تو اس کو غسل دینے سے تم پر غسل نہیں ہے تمہارا مردہ پاک ہوتا ہے جسے غسل نہیں ہے لہذا تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے ہاتھوں کو دھو لو۔ (ترمذی، ابی داؤد)

پیام انسانیت

ڈاکٹر محمد حسین فطرت دہلوی

انسان یعنی نازشس دوران یہی تو ہے بن کر نبی جو آیفیرشتہ تو وہ نہ تھا اہل وطن کو اہل وطن سے ہے کیوں عناد انسان کے احترام کا ان کو پاس ہو ہے سرزمین ہند کا رتبہ بلند تر تہذیب مختلف سے ہے اپنے وطن کی شان دیرینہ ہے روایت اخلاص باہمی جمہوریت کی رو سے ہے ہر فرد باوقار ہر ذرہ وطن کی تجلی ہے بے مثال وجہ بقا ہے مسلم و ہندو کا اتحاد گھبانگ انبساط بہاراں یہی تو ہے فکر سخن میں مجھ کو بصیرت کا پاس ہے فطرت کی شاعری کی رنگ جاں یہی تو ہے

دینی مدارس کے نصاب میں کیسی تبدیلی مفید ہو سکتی ہے؟

مولانا شفیق الرحمن ندوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

تحریر: ندوۃ العلماء جن مقاصد کو بڑھنے کا لہانے کے لئے وجود میں آئی، ان میں ایک اہم مقصد اصلاح نصاب بھی ہے، چنانچہ اس کے پہلے ہی سالانہ اجلاس منعقدہ کا پور ۲۲، ۲۳، ۲۴ اپریل ۱۹۵۷ء میں جو تجویزیں پاس ہوئیں، ان میں پہلی تجویز یہ تھی۔ "موجودہ طریقہ تعلیم قابل اصلاح ہے" اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے اور اصلاح نصاب کی غرض سے بارہ ممتاز علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بھی تشکیل دی گئی، لیکن عملی طور سے کچھ زیادہ پیش رفت نہ ہو سکی تو ایک دارالعلوم کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی، چنانچہ تحریک ندوۃ العلماء کے پہلے ناظم مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کا ایک واضح خاکہ تیار کیا، جس میں درجہ، طریقہ تعلیم، مدت تعلیم، ترتیب علوم وغیرہ کا بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ ایک عملی نقشہ پیش کیا، اسی خاکہ میں رنگ بھرنے کے لئے ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔

بعد میں علامہ شبلی نعمانی اور ان کے دوسرے رفقاء کے درمیان نصاب تعلیم کے عنوان سے جو اختلاف ابھر کر سامنے آیا، اور جو علامہ شبلی کی حلاوت کی پرنتج ہوا، وہ کوئی اصولی اختلاف نہ تھا، نظری طور سے اصلاح نصاب اور نصاب میں تاریخ، جغرافیہ، جدید فلسفہ، نیا علم کلام اور انگریزی داخل کرنے کے قابل سمجھی تھے، ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد علی مونگیری کی تحریروں میں اس کے واضح اشارے موجود ہیں، بلکہ مسودہ دارالعلوم میں نئے علوم کے داخل نصاب کرنے کی انھوں نے

بھر پور وکالت کی ہے۔ اختلاف جو فوجداریہ عملی تطبیق کا تھا، علامہ شبلی نعمانی جدید دانش گاہوں اور آزاد حضرات سے ہو کر آئے تھے، اس لئے وہ "تیز گامی" کے قابل اور داعی تھے، جبکہ دوسرے حضرات تیز گامی میں خطرات محسوس کر رہے تھے، انھیں "مختلط روی" پر اصرار تھا۔

اصلاح نصاب ایک متفق علیہ مسئلہ اس تمہید کا مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی بنیاد ہی اصلاح نصاب پر پڑی ہے، چنانچہ اس کے نصاب تعلیم میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم کے دورِ نشاط میں دور رس تبدیلیاں عمل میں آئی ہیں، ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ دار ہر بہتر کتاب اور ذریعہ توجیز قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں، انھوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ ہم نے جو نصاب مرتب کیا ہے وہ صرف آخر ہے اس میں مزید کسی ترمیم یا اصلاح کی گنجائش نہیں ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن حلقوں کے بارے میں جمود کی شکایت کی جاتی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ نصاب تعلیم میں سرمو ترمیم کے قابل نہیں ہیں وہ بھی نظری طور سے نصاب میں ترمیم و اصلاح کے قابل ہیں، جزوی تبدیلیاں اللہ کے یہاں بھی ہوتی ہیں، اس ضمن میں نصاب کا لغز منفقہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مولانا قاسم

محمد الاسلام صاحب قاسمی کی ایک تقریر کا حوالہ نامناسب زبانوں، انھوں نے کہا ہے "بلکہ اختلاف نہیں ہے کہ نصاب میں تبدیلی کی جگہ یا نہیں؟ بلکہ اختلاف صرف یہ ہے کہ کس کتاب کی جگہ کون سی کتاب داخل کی جائے؟"

اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ نصاب میں ترمیم و اصلاح کا ہموار کوئی اختلافی مسئلہ نہیں رہ گیا ہے، اختلاف ہے تو اس میں کہ تبدیلی کہاں اور کیسے ہو چکے ہیں اس کو اختیار کیا جائے، اور کس کو نظر انداز کیا جائے۔ کون سی کتاب نکالی جائے اور اس کی جگہ کون سی کتاب داخل کی جائے۔ ایسا کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ کوئی ایسی تبدیلی زلفانی جائے، جس سے ان مدارس کے قیام کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔

دینی عربی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد دین نبوی اور دین کی اشاعت ہے اس کے لئے علوم شرعیہ میں بہارت ضروری ہے اس کے بغیر دین نبوی معتبر ہو سکتا ہے اور نہ صحیح دھنگ سے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام ہو سکتا ہے، دینی علوم میں ناقص افراد کے بارے میں ضلال و اضلال کا خطرہ ہر وقت لاحق رہے گا ایسے خام لوگ دوسروں کا کار باستانی بن جائیں گے، پھر ایسے خام مل تیار کرنے کا کیا حاصل ہوگا دوسروں کے کام آئے، اس طرح تو دینی عربی مدارس کے قیام اور اس کے بقا و استحکام کی راہ میں کی جانے والی ساری کاوشیں اور جملہ قربانیاں مایکال بلی جائیں گی، اس لئے

ایسی ضرر رسال تبدیلی کے لئے ارباب مدارس تیار نہ ہوں گے۔

تبدیلی صرف علوم آریہ میں

عربی مدارس میں جن علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے انھیں دو خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
۱۔ علوم آریہ اور ۲۔ علوم عالیہ۔

علوم آریہ میں صرف، نحو، زبان و ادب، بلاغت، لغت، جغرافیہ اور دیگر علوم آتے ہیں جو طالب علم کی ثقافت میں اضافہ کرتے ہیں اور علوم عالیہ کے فہم و فہم کی استعداد پیدا کرتے ہیں، علمی عالیہ میں لغت، حدیث، فقہ، اور ان کے متعلقات آتے ہیں، اہل مدرسہ کی محنت و کاوش کا اصل محور یہی علوم عالیہ ہیں، بالفاظ دیگر علوم آریہ کی حیثیت و مسائل و ذرائع کیلئے، اور علوم عالیہ کا درجہ اصل مقصد کا ہے، اس تقسیم سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ ترمیم و اصلاح جو کچھ بھی ہوگی وہ مسائل و ذرائع میں ہوگی، اصل مقاصد و مقاصد پر پونجی والی ترمیم کی کوئی بھی دعوت یا تحریک قابل قبول نہیں ہو سکتی ہے۔ اصول اور مقاصد کے سلسلہ میں کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے لئے اہل مدارس تیار نہ ہوں گے۔ نصاب تعلیم میں علوم آریہ کی حیثیت سے تاریخ، جغرافیہ، جنرل سائنس، انگریزی تہذیبی سب کچھ داخل کیجئے، اس سے طلبہ کی ثقافت میں اضافہ ہوگا، اور ان کے لئے کام کی نئی راہیں کھلیں گی، لیکن تناسب کا لحاظ کرنا نہ بھولئے، یہ چیزیں اتنی مقدار میں ہوں کہ یہ مخلوط اور علوم شرعیہ غالب رہیں۔ علوم شرعیہ کے حساب میں ان علوم کا اضافہ مفید ہونے کے بجائے ضرر رسال ہوگا، ایسی روشن خیالی سے وہ جمود بہتر ہے، جس میں کچھ تو دین کا کام ہو رہا ہے۔

ناکام تجربہ

جن مدارس میں دین و دنیا دونوں کے جامع افزودہ ہونے کا تجربہ ہو رہا ہے وہ بہت زیادہ کامیاب اور حوصلہ افزا نہیں ہے کہ ان کی طرف بھائی ہوئی نظروں سے دیکھا جائے اور ان کی تقلید ضروری قرار دی جائے، بہار مدرسہ بورڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے، بہار مدرسہ بورڈ کے فارغین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کی سند کا لچوں اور یونیورسٹی کی ڈگری کے مساوی قرار دی جائے، حکومت نے ان کا مطالبہ تسلیم کر لیا، ساتھ ہی مدارس کے عربی نصاب کے ساتھ اسکولوں اور کالجوں کا پورا نصاب ان پر مسلط کر دیا۔ اب اس دوہرے نصاب سے جو کھپ تیار ہو کر نکل رہی ہے، اس کی جنس کی تعیین دشوار ہے، انھیں نہ عربی آتی ہے اور نہ عربی مضامین میں ان کی استعداد بخوبی ہوتی ہے، اثر و رسوخ اور رشوت کے سہارے کامیاب ہوتے ہیں اور اسی کی بدولت ملازمتوں میں آتے ہیں یہاں پر اس کا ذکر غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ آج سے تقریباً پندرہ بیس سال پہلے مدرسہ بورڈ کے فارغین کی انجمن نے یہ تجویز منظور کرائی تھی کہ بورڈ کے مدرسوں میں بطور استاد صرف ان ہی لوگوں کا تقرر کیا جائے، جو بورڈ کے فارغ ہوں، لیکن جلد ہی انھوں نے محسوس کر لیا کہ بورڈ کے فضلاء ابتدائی درجات کی عربی پڑھانے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے، اس تجویز پر اصرار جاری رہا تو جلد وہ وقت آجائے گا کہ مدارس رس رہ جائیں گے، لیکن ان میں عربی نصاب کی کتابیں پڑھانے والا نہیں ملے گا، مجبوراً یہ تجویز واپس لی گئی، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء، دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم اور چند دیگر نظامیہ مدرسوں کے فضلاء کو لینے کی سفارش کی گئی، بہار مدرسہ بورڈ کا تجربہ بڑا ہی سبق آموز

اور عبرت انگیز ہے، اس تجربہ اور اس کے عبرت آموز نتائج کے سامنے آنے کے بعد اگر کوئی شخص عالمہ گریجویٹ بنانے والے نصاب کی دعوت دیتا ہے یا اس کی تحریک کرتا ہے، تو اس کے جذبے کی پوری قدر دانی کے باوجود اس کی تائید دشوار ہے اس سلسلہ میں تحریک ندوۃ العلماء کے بانی اور اولین ناظم مولانا سید محمد علی مونگیری کی رائے آج بھی UP To DATE ہے انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر کیا ہے۔

"ایسا کالج ہونا چاہیے جس میں عربی اور انگریزی دونوں ہوں، اب جو انگریزی سے تعلق پیدا کرنا چاہیے، وہ ضروری علم تحصیل کر کے انگریزی حاصل کرے، اور جو دین کی غرض سے بڑھے یا تجارت و صنعت سے اپنی گزراوقات کرنا چاہیے وہ انگریزی کا فخر انشا حاصل کرے اور عربی میں جہاں تک ہو کمال پیدا کرے۔"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو دینی مدارس اپنے اپنے میدان میں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ان سے یہ گزارش تو کی جائے کہ وہ علوم آریہ میں زمانے کے تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب تبدیلی لائیں۔ تاریخ، جغرافیہ، انگریزی اور ہندی جیسے مضامین کے لئے گنجائش نکالیں تاکہ ان کا افادہ پہلو دو چند ہو جائے، مگر ان سے کسی ایسی تبدیلی یا ترمیم کا ہرگز مطالبہ نہ کیا جائے جن سے علوم عالیہ کی تدریس متاثر ہوتی ہو اور جن سے مدارس کا اصل مقصد فوت ہو کر رہ جائے۔ ایسی تبدیلی زہروزوں ہے اور زہمفید۔

اس لئے ہماری تجاویز یہ ہیں

۱۔ نصاب تعلیم میں تبدیلی ایسی ہو کہ علوم عالیہ یعنی قرآن، حدیث، اور فقہ کی تعلیم متاثر نہ ہو۔

(بانی مشاعر)

اکبر علی ندوی

آہ! محی الدین صاحب منیری

۳۰ اگست ۱۹۳۰ء کو شام کو الحاج مولانا صاحب منیری کی ساخو ارتحال کی خبر قلب و جگر کو سو گوار بلکہ مغلوب کر گئی۔ مرحوم کی عمر کوئی ۷۰ سال کے پاس تھی مگر وہ اکثر بیمار ہا کرتے تھے پاؤں میں مدت دراز سے فرجی کا زخم عود کر آیا کرتا تھا مگر وفات کا سبب سیزکارد ہوا۔ مرحوم کے پس ماندگان میں ۳ بیٹے، ۶ بیٹیاں نسبی رشتہ سے اور جامعہ اسلامیہ بھٹکل و جامعہ الصالحات کے طلباء و طالبات تربیتی و شفقہ سلوک کے رشتہ سے نیز ان کے رفقاء نے کار شریک کا ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب میں درجات عالیہ سے نوازے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرحوم و مخفون جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے حالیہ ناظم اور قدیمی بانیوں اور سرگرم کارکنوں میں سے ایک تھے۔ اسی طرح وہ جامعہ الصالحات کے نسواں مدرسہ کے واحد مالک کی حیثیت رکھتے تھے جس کو بعد میں انھوں نے ایک ٹرسٹ میں تبدیل کر کے اپنے دو تین اور معاون ممبر بنائے تھے۔ بھٹکل جو اپنی دینی ساخت پر داختمی تنظیم مسلم معاشرتی رکھ رکھاؤ اور قومی و ملی بہرہ ردی میں اپنائی نہیں رکھتا مرحوم اس کے لئے جنے دو چار لیڈروں میں سے ایک تھے۔ مرحوم کا تعلق دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بچپن کا ہے یعنی انھوں نے دارالعلوم کے ابتدائی درجات میں داخلہ لیا تھا مگر کسی وجہ سے تعلیم مکمل نہ کر سکے تھے نیز انجمن حامی مسلمین بھٹکل کا تعلق دارالعلوم

ہو تو ان کو اپنے مشفق استاد مولانا عبد الحمید ندوی مرحوم کے علاوہ کوئی اس کی علمی ساخت پر ساخت کا اہل نظر نہ آیا، چنانچہ مرحوم اور ان کے چار دوسرے رفقاء نے کار نے حنفیہ طور پر مولانا کو جو بھٹکل کے عرف میں مولانا ندوی کہے جاتے ہیں بلا کر یہ کام سونپا۔ دیگر بانیوں میں سرگرم کارکن اور بہر وقت دلچسپی لینے والے جو شخص تھے وہ ہمارے آج کے مرحوم ہونے والے ناظم جامعہ منیری صاحب ہی تھے پھر کس ہی سال کے اندر انھوں نے جامعہ کو اتنی ترقی دی کہ اس کی وسیع آراغی کا بندوبست ہوا جو تقریباً ۵۰۰ میٹر لمبی اور اتنی ہی چوڑی ہے، ہر شعبہ کی الگ عمارتیں بنوائیں اور عالمیت تک تعلیم کا باقاعدہ نظم کیا اور ایسا عمدہ نظم کہ وہاں کے طلبہ بعض سالوں میں دارالعلوم کے اندر داخل نمبر پر آئے، جامعہ لہذا کے محاسب جناب مولانا ابوالخوفان صاحب ندوی مرحوم و مخفون ایک مرتبہ معاشرہ کو لکھے تھے اور احباب کی مجلس گرم تھی انھوں نے منیری صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا آپ نے جامعہ کو واقعی اس منزل پر پہنچا دیا ہے جہاں سے کوتاہ نظریوں کو اسے جیسے کھینٹنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ آج جامعہ کے پاس اتنی جائیداد ہے جس سے اس کے مصارف کا ایک بڑا حصہ پورا ہو سکتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ ایک دور افتادہ علاقہ میں یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا جہاں اردو پڑھتے اور سمجھنے کا ماحول وجوداً وجود ہے۔ مسلک لوگ شافعی ہیں۔ مزاج میں اختلاف ہے اور کھانسی دہی کوئی نصف ہفتہ کی وہ بھی تیز ترین ٹرین سے۔ میں کہوں گا کہ یہ سب منیری صاحب کے تسارع و ریادی، احسن تدبیر و معاملہ فہمی، مرحوم شناسی اور تواضع کا نتیجہ ہے۔ جس طرح منیری صاحب نے نزاکت و نقول میں بیان نہیں کی جاسکتی۔

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

ایسی طرح منیری صاحب کی نرم خوئی کا عکس کسی
 نوٹوں میں نہیں اتارا جاسکتا۔ وہ ہر طالب علم اور
 استاد کو خواہ وہ بیرونی ہو یا مقامی اپنی اولاد
 اور چھوٹے بھائی کی حیثیت سے جانتے تھے۔ وہ
 بخدا اپنے ملازمین و مدرسین کی پرورش صحیح
 معنوں میں اپنے ذمے لیتے تھے۔ انھوں نے
 آج تک ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کو ہزار دو
 ہزار کے قرض کی ضرورت ہو تو درخواست دینا
 واجب نہیں۔ انھوں نے بیمار لوگوں کے علاج
 ان کے شادی بیاہ، ان کی اولاد کی رسوم عقد
 و نکاح ان کی رہائش ان کے مہمانوں کی دلچسپی
 کا وہ انتظام کر رکھا ہے کہ اگر ان کو معلوم ہو جائے
 کہ کسی کی خفاں ضرورت پوری نہیں ہوئی اور
 وہ شامی ہو کر لوٹا تو اس نوکر کی خیر نہ تھی جس نے
 اس کو بوسلوگی سے اسکا موقع دیا جو وہ معمولی
 سے کام کے لئے ادنیٰ مدرسین کے پاس بغیر
 نفیس یا مع بعض اجاب کے تشریف لاتے اور
 کبھی کبھی بیچے یا تپائی میں بیٹھ جاتے اور بڑی
 نرمی سے وہ بات کہتے اور کچھ تحفہ بھی دیتے جاتے
 اگرچہ وہ کام فرض منصبی سے متعلق ہوتا۔ مجھے
 اس کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ بعض طلبہ اساتذہ
 کے علاج کے بل کی ادائیگی انھوں نے اپنے ذمہ
 لی اور بہتوں کی لڑکیوں کی شادی کا معمول نبوت
 کیلئے بذات خود بار بار کی فہمائش کے بعد بھی کسی
 مدرس کو اپنی مرضی سے سبک دوش نہ کرتے البتہ
 بعض اوقات وہ قومی دباؤ کی شدت سے مجبور
 اور خاموش ہو جاتے اور کبھی سید سپر بھی ہو جاتے
 جامو بھنگل کے بارے میں یہ خبر کہ اساتذہ وہاں
 خاصے عرصہ تک مٹے نہیں دیئے جاتے ایک غلط
 خبر ہے۔ میں ان عناصر سے بخوبی واقف ہوں
 جو کسی بھی محترم اساتذہ کے دل برداشتہ ہونے
 کے سبب بنے، مگر ایسا ضرور ہوتا کہ ان عناصر
 کا دباؤ منیری صاحب مرحوم کو مجبور اور خاموش
 کر دیتا اور وہ داغ جو مدرسہ پر نہ آنا چاہئے
 آکر رہتا۔ منیری صاحب میں ایک وصف یہ بھی
 تھا کہ ان کے اعزہ اقربا اور متعلقین جامو میں
 بد عنوانی نہیں کر سکتے تھے وہ ان پر شدید گرفت
 کرتے جہاں تک میں سمجھتا ہوں شاید ہی ان کے
 بعض اعزہ جامو سے فراغت تک پہنچ سکے
 ہوں۔ وہ کسی کو بھی اپنے جگر گوشوں کے حق میں
 ناروا رعایت کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ وہ کوئی
 بڑے معمول آدمی نہ تھے مگر جامو سے کوئی
 معاوضہ سوائے اپنی ذاتی کار کے پٹرول خرچ
 کے نہ لیتے اور شاید وہ بھی وفادار کرتا ہو وہ
 بڑے عالی حوصلہ بہادر اور درجوں مرد آدمی تھے
 اخیر عمر میں ایسے مطاع اور بہر دلخیز آدمی بن
 گئے تھے کہ دوست دشمن سب ان کے آگے
 تسلیم خم کرتے۔ وہ غیر مسلموں میں بھی ہر دلہیز
 تھے، بھنگل کے باطنی قریب کے فرزند دارا ز فساد
 میں پہلے دن جو شخص آتش زدہ علاقے میں لوگلا
 کی حراج پر سہی اعانت اور مدد رسانی کے لئے
 نکلا وہ جہاں بہت منیری صاحب ہی تھے لوگوں
 کی شاہیں شاہیں میں آتش گیر مادوں کی بھینکا
 کے واگڈار کرنے میں منیری صاحب ہی پیش
 پیش ہوتے وہ حق و باطل کے معرکوں میں ماڈرن
 والے اور سوائے خدا کے کسی سے ڈرنے والے
 انسان تھے۔ دوسری سستیوں سے رسدنگا تنگا
 کہ فساد زدہ علاقوں میں پہنچانا انھیں کے رفقا
 کا کام تھا۔ ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی نصرت
 پر وہ اعتماد تھا کہ علی الاعلان کہتے تھے کہ ہمارے
 مدرسہ کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ان میں ایک
 صفت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے اساتذہ کی ترقی کے
 لئے بیرون ملک جانے سے ناخوش نہیں ہوتے،

بلکہ عادی تھے اور تعاون کرنا اپنا فریضہ سمجھتے ان
 سے کوئی پوچھتا کہ آپ نے مرتبہ قیادت کیسے حاصل
 کیا تو کہتے "معرض کی بات پر کان نہ رکھ کر۔ وہ علمی
 اعتبار سے انگریزی اردو اور دینیات کی خاصی
 معلومات رکھتے تھے۔ تقریر بھی خوب کرتے۔
 مقررین اہل علم و فضل صوفیاء و فقہاء کو دعوت بھی
 دیتے اور اس کی ترغیب بھی دلتے۔ دارالعلوم
 ندوۃ العلماء کے اساتذہ سے بڑا تعلق تھا وہ ان
 حضرات کو بہر بلائے رہتے تھے۔ ایک بار وہ ایک
 بیمار اور نامہ صحت ندوہ کے اساتذہ کو علاج
 کرنے کی غرض سے جامو اسلامیہ لے گئے ندوہ
 کے علاوہ مولانا ابراہیم صاحب دامت بركاتہ
 مولانا قاری صدیقی صاحب مدظلہ العالی الحاج
 مولانا منت اللہ صاحب نور اللہ مرحومہ، مولانا
 انظر شاہ کشمیری مدظلہ بعض اکابر جماعت اسلامی
 و جماعت تبلیغ ان حضرات کا احترام اور ان کو بلا
 کر ان سے استفادہ کا موقع دینا میرا چشم دید ہے۔
 حضرت مولانا علی میاں صاحب اطال اللہ بقاہ
 کا سفر اول اور ان کے استقبال میں والہا کیفیت
 یادگار رہے گی، حضرت مولانا کے اعزاز میں نہتم
 کو خانسا ماں کا عہدہ دینا یہ سب واقعات آنکھوں
 دیکھے ہیں، چند سال قبل شباب اسلام کے جلسے
 میں جس کی ذمہ داری مولانا الیاس صاحب
 ندوی استاد جامو نے ہی تھی میں نے دیکھا کہ
 وہ اور ان کے رفیق کار مگر مہتمم عبد الغنی صاحب
 اور دیگر حضرات ۲۴ گھنٹے ڈیوٹی دیتے جب کہ
 ان کا معمول ہفتوں میں جامو کی زیارت کا رہا
 ہے۔ شباب اسلام و پیام انسانیت کے جلسے کی
 کامرانی سب کا سہرا بلاشبہ سب سے زیادہ مرحوم
 کے سر ہے۔ مرحوم کی بعض تصانیف بھی ہیں مرحوم
 عرصہ تک البلاغ مجلی کے اعزازی ایڈیٹر اور
 مالک بھی رہے۔ (باقی منسلک)

دیورت

اجلاس ابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ

مراہل تعمیر حیات منعقدہ ۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء

راہطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپنا ایک شعبہ
 اجلاس ۳۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کو قاہرہ میں آبادی اور لسانی
 ترقی کے عنوان سے ہونے والی کانفرنس پر غور کرنے
 کے لئے طلب کیا تھا جس میں اس کے ممبران جو عالم
 اسلام کے مختلف خطوں کے رہنے والے ہیں، بھی مدعو
 کئے گئے تھے اس کے ان ممبران میں بڑے اصحاب علم
 اور ملت کا دندہ رکھنے والے داعی اور اہل بصیرت
 لوگ ہیں۔ یہ ایک روز کا اجلاس تھا۔ اور قاہرہ
 کانفرنس سے ایک روز قبل ہو رہا تھا۔ اس خصوصی
 اجلاس کی تحریک دراصل مصر کی اعلیٰ اسلامی
 عالمی مجلس اور جامو از سر کے بیانات سے پیدا ہوئی
 تھی۔ از سر کے ان بیانات میں قاہرہ کانفرنس کے
 مقاصد کے کچھ دینی و اخلاقی لحاظ سے جو خطرناک
 ارادے مضمر تھے ان کی طرف توجہ دلائی گئی تھی اور
 مصر کی مجلس اعلیٰ اور جامو از سر کی طرف سے توجہ
 دلانے کے ساتھ ساتھ وٹیکن سٹی کے عیسائی مذہب
 کے رہنماؤں نے بھی ان خطرناک ارادوں پر تنقید کی
 تھی، لیکن اس سب کے باوجود مصر میں کانفرنس
 کے ارادہ میں تبدیلی نہیں کی گئی۔ لہذا ضرورت
 محسوس کی گئی کہ دنیا کے مختلف حصوں سے اس
 کانفرنس کے خلاف آواز اٹھائی جائے اور لوگوں
 کو مذہب و اخلاق کے لئے جو خطرہ کھڑا کیا جا رہا
 ہے اس سے باخبر کیا جائے چنانچہ راہطہ عالم اسلامی
 نے دنیائے اسلام کے مختلف سربراہوں کو اور مالک
 اسلامیہ کی انجمن کے سکریٹری جنرل کو ان حضرات

آواز اٹھائی۔
 راہطہ کے جلسہ میں اس کانفرنس کی مخالفت
 کے سلسلہ میں اس کانفرنس کے لئے تیار کردہ مسودہ
 کی تشریح کرتے ہوئے راہطہ عالم اسلامی کے سکریٹریٹ
 کی طرف سے یہ بتایا گیا کہ یہ کانفرنس اسلامی تعلیمات
 اور شریعت اسلامیہ کے اقدار کے سخت خلاف ہے۔
 یہ رائے راہطہ عالم اسلامی کے نمائندہ ڈاکٹر
 عبداللہ عبدالشکور کامل نے وٹیکن میں جا کر وہاں
 کی اس نشست میں شرکت کر کے حاصل کی جو اس
 موضوع پر غور کرنے کے لئے وہاں منعقد ہوئی تھی
 انھوں نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ کانفرنس کے لئے
 جو مسودہ پیش کیا گیا ہے جس کے مطابق عمل پیرا
 ہونا ساری دنیا کے لئے ضروری قرار دیا جائے گا
 ارادہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی آبادی کو پیہم
 بڑھنے سے روکنے کے لئے زندگی کی مختلف اخلاقی
 قدروں کو نظر انداز کر کے اخلاقی آزادی اور مختلف
 جنسی تدابیر کو اپنانے کا اختیار دینا اور انسان کی اخلاقی
 زندگی کو کسی شکل دینا ضروری ہے۔ اس میں اسکا
 کی آزادی دینا، عمر کے تمام مراحل میں جنسی آزادی
 کا موقع دینا، نوع پر لوگوں اور لڑکیوں پر والدین کے
 دباؤ کو ختم کرنا، خاندانی نظام کی نئی شکلوں کو تسلیم
 کرنا یعنی ہم جنسی اور آزاد مرد و زن کے راہطہ
 اور افراد انسانی کے اس حق کو تسلیم کرنا کہ وہ جنسی
 کردار کی جو شکلیں چاہیں اور اولاد کے پیدا کرنے
 اور نہ کرنے کے سلسلہ میں جو تدابیر مناسب سمجھیں
 کریں۔
 رپورٹ میں یہ بات بھی بتائی گئی کہ مسودہ کو
 شروع میں زیادہ نمایاں نہیں کیا گیا، صرف مختصر
 یہ کہا جاتا رہا کہ آبادی کے بڑھنے پر روک لگانے اور
 اولاد کی پیدائش سے عورت کی صحت کو جو نقصانات
 پہنچتے ہیں ان کے تدارک کے لئے کانفرنس کی
 جارہا ہے۔ اور مسودہ میں جو زبان اور اسلوب

اعتبار کیا گیا اس کو سرسری طور پر دیکھنے سے اس کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو جلدی نہیں سمجھا جاسکتا تھا چنانچہ کئی اسلامی ملکوں میں اس کا نفوس کے سلسلہ میں تیار کی گئی کی نشستیں ہوئیں اور سوڈہ کے چھپے چھپے مقاصد تھے ان پر تو جبر نہیں کی گئی لیکن ڈیکس کے عیسائی سربراہان مذہب پھر جامعہ انڈیا مصر کے علماء اور اہل اختصاص نے مطالعہ کر کے ان مقاصد کا پتہ چلا یا اور اذنا تھا ہی اس کی بنا پر رابطہ نے یہ قدم اٹھایا۔

رابطہ کی نشست میں جو متعدد فاضل اراکان نے تقریریں کیں ان میں صدر رابطہ شیخ عبدالعزیز ابن عبداللہ بن باز اور سکرٹری جنرل ڈاکٹر احمد محمد علی کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی حسینی ندوی نے تمام اراکان کی طرف سے خطاب کیا ان کے بعد مصر کے عظیم عالم دین اور سابق وزیر اوقاف شیخ متولی شخراوی نے اہم تقریر کی ان کے بعد دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے متعدد اراکان نے تقریریں کیں۔

شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے کہا کہ خاندانی اور اخلاقی زندگی کے سلسلہ میں قرآن و حدیث میں صریح احکامات ہیں مسلمانوں کے لئے ان کی خلاف ورزی کی گنجائش نہیں مسلمان حکومتوں کو ان خلاف اسلام کوششوں کو ناکام بنانے کی پوری کوشش کرنا چاہئے اور اس نے بنائے جانے والے نظام کی بالکل اجازت نہ دینا چاہئے، لبنان کے مفتی صاحب نے کہا کہ دراصل مغرب کی طرف سے مشرق اور مسلمان قوموں کو کوزہ رکھنے اور ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو توڑنے کے لئے یہ تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک مؤثر تقریر کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ یہودیوں نے پہلے سے طے کردہ منصوبہ کے تحت ایک عالمی

تحریک کا جو نظام عمل پر دو ٹوٹ کر دیکھنا اور اس کے دستاویزات کے نام سے تیار کیا گیا تھا اس میں صاف صاف یہ کہا گیا ہے کہ انسانی نسل کو اخلاقی اور معنوی طور پر اتنا بگاڑ دینا ہے کہ نسل انسانی کی معنوی طاقت بہت کمزور ہو جائے اور یہود کو اپنی برتری عالم رکھنے کا موقع ملے یہ باقاعدہ کتاب میں موجود ہے۔ اس سازشی منصوبہ کا سب سے بڑا نشانہ مسلمان ہیں۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ یہودی مذہب اور عیسائی مذہب دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں عیسائی حضرت عیسیٰ کو الوہیت تک پہنچاتے ہیں اور یہودی ان کے اخلاق کو رد کرتے ہیں اور ان کو ایک برا انسان قرار دیتے ہیں۔ اور ان کو پانچواں دلوں کے دعویدار ہیں۔ لیکن مسلم دشمنی میں دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے سیاسی قائدین اس وقت متحد ہو کر ایک ہو گئے ہیں اس وقت یہودیوں کا شاعر و شاعر اور عیسائیوں کا سیاسی و عسکری توفیق دونوں ایک ساتھ ہو کر مسلمانوں بلکہ پوری نسل انسانی کے دشمن بن گئے ہیں۔ اور یہ عیسائی یہودی مشنرز سازش ہے۔ مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ میں ایک بڑا آزمائشی دور اس وقت تھا جب تاتاریوں نے عالم اسلام پر حملہ کر کے مسلم ممالک کو تاراج کر دیا تھا لیکن پھر یہ تاتاری اسلام سے متاثر ہو کر حلقہ گروش اسلام ہوئے اور اسلام اور مسلمانوں کے پاس باجوں سے بھر دو سرا بڑا فتنہ صلیبی طاقتوں کا تھا لیکن اس کو بھی مخلص مسلمان قائدین نے شکست دی بلکہ موجودہ مغربی طاقتوں نے یہ سمجھ کر کہ طاقت کے بل بوتے پر آتی بڑی قوم کو ختم نہیں کیا جاسکتا لہذا اب معنوی اور اخلاقی طاقت کو ختم کر کے اس امت کی طاقت کو توڑنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ اور متحدہ اقوام کے ذریعے سے یہ کام کرنا جا رہا ہے۔

اجلاس کے اختتام پر تجاویز یا اس کی گئیں جس میں مسلمان ممالک کی حکومتوں کو توجہ دلائی گئی کہ اس کو ناکام بنانے کی تدبیریں کریں چنانچہ کانفرنس میں سخت رد و قرح کی گئی اور وہ دفعات جو اخلاق و مذہب کو تباہ کرنے والی تھیں رد کی گئیں بالآخر مسودہ میں تبدیلی کی گئی اور مذہب کھے تعلیمات کے حق کو تسلیم کیا گیا اور اس طرح وہ خطو فی الحال ٹل گیا۔

بقیہ : رسالہ وحدت

وہ بازاروں میں خدا کیلئے دولت پیدا کرنے لڑائیوں میں خدا کے لیے اپنی جانیں فدا کرے، مدرسوں اور جامعوں میں خدا کے لیے مفید و نافع علوم و فنون کی تعلیم حاصل کرے، تجربہ کار ہوں میں خدا کے لیے ایجاد و اختراع کرے، دنیا کے ساتھ دین کی دولت بھی حاصل کرے۔ اور زمین کی حکومت اور آسمان کی بادشاہی دونوں کو ایک دوسرے کا سایہ سمجھے؛

واخرد عوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین؛

مطالعہ کی میز پر

تعمیر حیات کتب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب :- الخلیف المہدی فی الاحادیث الصحیحہ تالیف لطیف :- شیخ الاسلام السید حسین احمد مدنی تقدیم، تعلیق و تحشیہ :- مولانا حبیب الرحمن قاسمی استاذ دارالعلوم دیوبند۔

۳۰۶۳۰ صفحات اردو ۳۷۶ پی ۲۸ تا ۸۲ (۲ سالہ ساڑھ)

کتابت و طباعت معیاری کا خدا بخاری قیمت درج نہیں۔ مرکز المعارف ہو جانی۔ نوگاؤں ملنے کے تھے۔ اسام۔

مکتبہ دینیہ دیوبند (ضلع سہارنپور) مہدی آخر الزماں پر حضرت مدنی کے

قلم سے پہلی بار یہ کتاب سامنے آئی ہے، یہ کتاب اب تک کہاں تھی اور کیوں نہیں شائع ہوئی یہ سب آپ کو کتاب کے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ جناب مولانا رشید مدنی نے کتاب کا تعارف لکھا ہے، جناب مولانا بدرالدین اجلی قاسمی نے پیش لفظ لکھا ہے۔ جناب مولانا قاضی اطہر مایکوی کے قلم سے تقریظ ہے اور جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی کے قلم سے "مقدمہ"، مولف کے "مختصر حالات زندگی" اور کتاب سے متعلق کچھ باتیں درج ہیں۔

یہ ہے کہ مولف کی شخصیت خود اتنی بھاری بھکم اور شہرت یافتہ ہے کہ ان میں سے کسی کی بھی کوئی تحریر نہ ہوتی تب بھی علم میں آتے ہی موافق و مخالفت سبھی لوگ اس کو پڑھنے کے لئے اس رسالہ کی ترتیب اس طرح ہے کہ

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

پہلے کتاب میں وارد شدہ ۱۳ احادیث کا اردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے، احادیث کے حوالے بھی درج کئے گئے ہیں، پھر استدراک کے طور پر ۹ احادیث مع حوالہ درج ہیں اس کے بعد عربی متن شروع ہوتا ہے جس میں اولاً "تصدیر" پھر "حقائق الملوغ" و خدمات تشریح پھر اصل کتاب جس میں ۳۷ احادیث تخریج، تحقیق اور حلیق کے ساتھ درج ہیں، آخر میں "الذیل والا استدراک" کے تحت ۹ حدیثیں مع حوالہ و حلیق درج ہیں، آخر میں "مصادقات" منسلک ہے جس میں ۳۰ مصادقات درج ہیں۔

یہ شک امت مسلمہ کے لئے حضرت سیدنا امام کی طرف سے اس مومنو سچے پیر نادر تحفہ ہے، لا شکر یہ نادر تحفہ بھی کتابت کے ساتھ اچھے کا خدا پرستانی ساڑھیں آجاتا اور ان شاء اللہ ایسا ہوگا یقیناً اہل علم حضرات کے علم میں آئے ہی یہ رسالہ حاصل کیا جائے گا اور خوب پڑھا جائے گا۔ دینی مدارس کے طلبہ بلکہ اساتذہ کو بھی یہ رسالہ ضرور پڑھنا چاہئے۔

نام کتاب : یادگار یوسف کوکن تالیف : افضل العلماء حافظ یوسف کوکن ساڑھ : ۳۳۱۸ صفحات ۱۸۸ کتابت و طباعت : دآفتاب معیاری قیمت : بیسٹھ روپے پتہ : حافظ باؤس ۱۳۰ - میلانڈن اسٹریٹ مدراس ۵۶۰۰۱

افضل العلماء حافظ محمد یوسف کوکن مرحوم جن کی عربی و فارسی کی بنیادی تعلیم عمر آباد آمبور میں ہوئی، پھر انھوں نے بی۔ اے اور پھر عربی میں ایم۔ اے کیا، آخر کار مدراس یونیورسٹی میں ملٹو مقرر ہوئے، کوکن صاحب اپنے دور کی ادبی دنیا کے ایک اہم رکن تھے خاص طور سے جنوب میں ان کی ایک خاص اہمیت یہ تھی (بالی ملک پر)

۱۰ اکتوبر ۱۹۹۳ء

جب اموا سلامیہ منظر پور میں

اساتذہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی آمد

جامعہ اسلامیہ (واقع مظفر پور) پوسٹ قنڈر پور ضلع اعظم گڑھ) وہ پہلا علمی مرکز اور علوم اسلامیہ کے نشر و اشاعت کی اولین درس گاہ ہے جو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بیچ اور نصاب تعلیم کے مطابق قائم ہے اور جس کی مدت تیس سالوں سے جاری ہے۔

اس کے بعد سرپرست جامعہ نے مہمان گرامی کا مختصر تعارف کرایا اور فرمایا کہ میرے اساتذہ میں ہیں اور دلائل الامجاز و حسانہ جیسی کتابیں میں نے ان سے پڑھی ہیں ان حضرات کی تشریف آوری ہمارے لئے اساتذہ کے لئے، طلبہ کے لئے باعث سعادت ہے جلسہ کے پروگرام کے تحت انہیں بزرگوں نے چند بچوں کا قرآن حکم کرایا اور گزشتہ سالانہ امتحان میں ہر درجہ میں اول، دوم، سوم آنے والے طلبہ کو سب ترتیب ۵۰۰، ۳۰۰، ۲۰۰ روپے کے انعامات تقسیم کئے گئے اس کاروائی کے بعد جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے پرائمر پر مغز خطاب طلبہ کے سامنے فرمایا موصوف نے فرمایا کہ عربی زبان میں بچوں کو پندرہ گنتے ہیں جس کے معنی بیچ کے ہیں یہ طلبہ مثل بیچ کے ہیں اگر چند بیچ بھی کام کے نکل آئے تو نہ جانے کتنے لوگوں کے لئے نفع بخش بن سکیں گے اگر پانچ فیصد بھی ہم نے کامیابی حاصل کر لی تو گویا ہم کامیاب ہیں ویسے تم چاہتے ہیں کہ ایک بیچ بھی ضائع نہ ہونے پائے اور کوشش ہو کہ ہر ایک بیچ کام کا بنے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے مدارس اسلامیہ اور عصری تعلیم کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کالجوں، اسکولوں، انجمنوں میں کام اور حصول علم ذاتی مذاق کے لئے ہوتا ہے، پھر یہ کہ رجحانی طاقت گہری، چوڑی، خوب نیابت، ظلم و ستم، اور انسانی جسمی روح فرما بیاریں پروان چڑھتی ہیں جبکہ یہاں مدارس میں عدل،

نہ وہ ذوق ہے نہ وہ شوق ہے نہ وہ کیف ہے نہ سہل ہے

وانصاف، ایثار و قربانی، سچ گوئی و امانت واری جیسی بلند صفات سے آراستہ و ہیراستہ ہونے کا درس دیا جاتا ہے، عصری تعلیم کا ہوں کا مقصد صرف کسب دنیا ہے اور اسلامی مدارس کا نصاب العین فوز آخرت ہے، ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے بعد استاذ گرامی مولانا محمد رابع صاحب ندوی سے درخواست کی گئی مولانا موصوف نے ڈاکٹر صاحب کی باتوں سے اتفاق کرتے ہوئے اسے سراہا اور فرمایا کہ ہم نے کئی بار جامعہ کی زیارت کی ہے اور ہر مرتبہ اسے ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے پایا ہے اور ہم اس کا بھرپور طریقہ سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں۔

آخر میں حضرت مفتی ظہور احمد صاحب ندوی (مفتی ندوۃ العلماء) کی دعاء پر جلسہ کا اختتام ہوا اس کے بعد جامعہ کے اساتذہ کے مجمع میں ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی کا خصوصی بیان ہوا جس میں اخلاص و اختصاص پیدا کرنے پر خصوصیت سے زور دیا گیا۔

ظہرانے کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے یہ حضرات لکھنؤ کے لئے روانہ ہو گئے اور جامعہ اپنے مہمانوں سے حسرت کے ساتھ کہ رہا تھا۔

سوال و جواب (بقیہ)

س:- ایسے کارخانے جن میں پودوں کے درختوں کا پھل وغیرہ بنتا ہے ان کے شیریں لینا جائز ہے یا نہیں؟
ج:- ایسے کارخانوں کے شیریں لینا جائز ہے بشرطیکہ حصہ لینے والے نفع و نقصان دونوں میں شریک ہوں۔
س:- ہاتھ جوڑ کر بندوں کی طرح مائیسری اسکولوں میں مسلم بچے صبح دعا پڑھنا اور نماز پڑھنا اور ہاتھوں کے پہاں لگانے اس طریقہ کو فوراً ترک کر دیا جائے۔

(بقیہ) محبت رسول

مکہ کے پہاڑوں کو

آپ کے لیے سونے کے پہاڑ بنا دیتا، عرب کے صحلوں کو سبز و گل سے بھر دیتا، اور آپ کیلئے دنیاوی دولت کے خزانے پیدا کر دیتا، سب سے زیادہ اہم یہ کہ آپ کی حیات طیبہ کو قیامت تک تمام امت مسلمہ کیلئے نمونہ بنانا تھا، نمونہ جو نظر آئے کہ کس حالت میں آدمی کیا کرے، کس صورت حال میں معاملات کو کس طرح انجام دے، اس کے لیے مادی وسائل کی کمی کی حالت کا نمونہ بھی سامنے آتا تھا، شادی و عہد کے موقع کیلئے نمونہ سامنے آتا تھا دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کے مواقع کے نمونے سامنے آتے تھے، چنانچہ ہر نوجوان کے موقع اور ہر طرح کے معاملات کے نمونے آپ کی حیات طیبہ میں پیدا کئے گئے اور امت اسلامیہ کو حکم ہوا کہ اپنے رب کو دیکھو وہ جو کہیں اس کو مانو جو کریں اس کی نقل کرنے کی کوشش کرو، آپ سے عقیدت و محبت کا یہ معیار بنایا گیا کہ آپ نے فرمایا: لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولداہ و الناس اجمعین

کہ تمہارا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک تم مجھ کو اس سے زیادہ محبوب نہ بناؤ جتنا تم کو اپنے باپ اپنی اولاد اور دنیا کے سب لوگ محبوب ہو سکتے ہوں، مسلمانوں نے یہ محبت کر کے دکھا بھی دی تھی کہ کفار نے یہ مشہادت دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ جس کی کوئی مثال نہیں، اور ایک صحابی سے جن کو دشمن سولی پر چڑھانے جا رہے تھے دشمن نے پوچھا کہ تمہارے بھائی اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس جگہ پر کر دیا جائے اور تم بیچ جاؤ تو تمہیں منظور ہوگا، انھوں نے جواب دیا کہ میں تو اس کو

بھی قبول نہیں کر سکتا کہ میری زندگی بیچ جائے اور اس کے بدلہ حضور کے قدم مبارک میں ایک کاشا بھی پیچھے چھوڑ دوں شہید کر دیتے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے کو خدا کی طرف سے جو صلہ ملے گا وہ بھی بہت عظیم صلہ ہے، فرمایا گیا کہ آدمی آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، یہ حدیث ایک صحابی نے دوسرے صحابہ کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے کہ آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت ملنے کی امید بڑھتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ صلہ کسی تدریسی اور عظیم صلہ ہے کہ آخرت میں جہاں کوئی کسی کا جہنم نہیں، غمگن نہیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مل جائے، ذرا نور کیجئے اس شخص کی کامیابی اور نعمت کا کوئی ٹھکانہ ہے دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ اور بڑی سے بڑی دولت کے مالک جب سرگرداں اور حیران و پریشان ہونگے اور کسی کو کچھ سمجھ میں نہ آتا ہوگا کہ کیا کرے اس کو کوشش کیجئے، محبوب رسول کا ساتھ مل جائے کسی بڑی نعمت دولت ہے، لیکن محبت کے سببی اور صحیح ہونے پر ہی اس نعمت کا استحقاق ہو سکے گا، اور یہی اور یہی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی خوشی کا کام کیا جائے اور ناخوشی سے بچا جائے آپ کے احکام کی پیروی کی جائے اور نہ نگرہوں کو اس پیمانے میں ڈھالا جائے جو آپ کی حیات طیبہ کے شب و روز کے حالات سے اور تکلیف و راحت میں آپ کے طرز و طریقہ سے عبادات و معاملات میں آپ کی سنت سے بنتا ہے،

آپ سے بھی محبت کا یہ معیار ہے کہ دیکھا جائے کہ ہماری زندگی میں آپ کے طریقہ و سنت کی پیروی کہاں تک ہے دعویٰ کرنا آسان ہے محبت و تعلق کا لفظی اور دکھاوے کا اظہار آسان ہے، اس اظہار کیلئے پیسے اور دولت صرف کرنا بھی آسان ہے، آدمی جس طرح اپنی بہت سی خواہشوں پر پیسے صرف کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے اور دکھاوے

بڑھی صرف کر لیتا ہے، روشنی جلسہ جلوس میں آسان کام ہے اس سب میں دل بھی لگتا ہے اور مزہ آتا ہے، لیکن جس میں جگتا ہوا اور علوم ہوجائے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کی بات نہیں آپ کا طریقہ نہیں، پھر اس کو آدمی چھوڑ دے اور اس کے لئے سے اپنے کو بچائے ہی وہ مشکل کام ہے جو ہماری زندگی سے نکلتا جا رہا ہے اور جو سنت ہے جس سے اللہ کے رسول خوش ہوں گے اس کو اختیار کرے خواہ اس میں کوئی منہ ہو کوئی دکھاوہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور خوشنودی آپ کے احکام پر عمل کر دکھانے سے اور آپ کی سنت کی پیروی سے ہوگی، ہم دیکھیں کہ آپ خوشی کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، منہ کے موقعوں پر کیا کرتے تھے، اپنے پروردگار کی عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری کیسی کرتے تھے پھر اپنی بیویوں سے کیسے پیش آتے تھے، بچوں کے ساتھ کیسا سلوک تھا ساتھیوں اور رفقاء کا کیسا خیال کرتے تھے، بڑبڑوں کے ساتھ کیا معاملہ تھا، کیسی رحمدل تھے، کیسا اخلاق تھا، لوگوں کے حقوق کیسے ادا کرتے تھے، غریبوں کی کیسی مدد کرتے تھے، پریشان حال لوگوں کی کیا کام آتے تھے، اسراف اور فضول خرچی سے بچتے اور فروتنیوں کی مدد کرتے تھے وہ اپنے سامنے والوں اور رحمت کرنے والوں سے کیسا مطالبہ کرتے تھے، ایک صحابی نے میں سے آپ ایک موقع پر بہت خوش ہوئے، عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رفاقت کی دعا کیجئے اپنے فرمایا کہ جہدوں سے یعنی پروردگار کی خوب عبادت کرنے سے میری مدد کرو یعنی میری دعا کو تقویت پہنچاؤ آپ نے بھروسے اور رغبت سے اور دوسروں کی دل آزاری سے بہت سختی سے منع کیا ہے حتیٰ کہ ایک حدیث میں فرمایا کہ قیامت میں ایسا شخص لایا جائے گا جس نے خوب عبادت کی ہوگی لیکن لوگوں کی دل آزاری کی ہوگی کسی کو ادا ہوگا، کسی پر لازم لگایا ہوگا جب

اس کا حساب ہو گا تو جن کی اس نے دل آزادی کی ہوگی ان کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی مٹی کو اس کا داس اس کی اپنی نیکیوں سے خالی ہو جائے گا اور اس کو آگ میں جانا پڑے گا۔

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت کا ثبوت دینا چاہتے اور آپ کے بتائے ہوئے اطلاق اور تباہ سنت کو اختیار کرنا چاہتے۔ یہی اس محبت کا حق ہے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کا اور آخرت میں کامیابی کا یہی ذریعہ ہے آپ کے محبت کے اظہار میں ان باتوں سے بھی بچنا چاہیے جس کو آپ نے منع کیا ہے، اس میں صرف چمک دمک کے لیے بے حاشا و بے شرمی خروج کرنا کہ اس کو کچھ بجا کر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کی جاسکتی ہو۔ تقریبات میں دھوم دھڑکا ناجائز حرکتیں اس طرح ایسے اعمال میں مبتلا ہونا جو حرام ہیں۔ گندے ہیں، میوہ ہیں ان کے ساتھ اگر محبت رکول کا مظاہرہ کرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش نہیں لگتا ہاں اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کیلئے ان کے لئے ہونے والے دین کو منظور کرنا اچھے اطلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے جس کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں بکھر چکی تکلیفیں اٹھائیں ہیں یہی ہم کام ہے ہم کو کئی محبت کا ثبوت اس وقت دیں گے کہ ہر موقع پر اور موقع نکال کر اچھی عادتوں اور اچھی باتوں کو پیدا کریں اور پھیلائیں، سیرت کے جلوں میں بھی یہ باتیں کہیں۔

(بقیہ) دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی۔

۲۔ علوم آدین میں کتابوں کے تقدس کو ذہنوں سے نکال کر فن کی اہمیت تسلیم کی جائے اور نصاب میں ایسی کتابیں داخل کی جائیں جن سے اس فن کا سیکھنا آسان ہو۔

۳۔ زبان و ادب کے نصاب میں تدریج اور

تدریس کو ملحوظ رکھا جائے۔
۴۔ صرف و نحو کی تدریس میں اجراء پر بطور خاص زور دیا جائے، اور نصاب میں ایسی کتابیں داخل کی جائیں، جو اجراء کرانے میں معاون ثابت ہوں۔

۵۔ ہندی بھاشا کی قومی زبان ہے، مدارس کے فارغین کو یہیں کام کرنا ہے، اس لئے دینی مدارس کے نصاب میں ہندی کو مناسب جگہ ملنی چاہیے۔

۶۔ انگریزی کی عالمی حیثیت کے پیش نظر تفریح و تفریح کے لئے بھی پڑھنا چاہئے، تاکہ اگر کوئی اس میں مہارت پیدا کرنا چاہے تو اس کو راہ کھلی ہوئی ملے۔

۷۔ جغرافیہ اور جنرل سائنس پر ریڈیو تیار کرانی جائیں اور انھیں نصاب میں داخل کیا جائے۔

۸۔ ہمارے مدارس کے طلبہ کو تاریخ عام سے عموماً اور تاریخ اسلام سے خصوصاً روشناس ہونا چاہئے۔

نوٹ: "یہ مقالہ آل انڈیا دینی مدارس کونفرنس منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ ستمبر ۱۹۶۲ء بمبئی کے لئے لکھا گیا۔"

(بقیہ) آہ محی الدین منیری

اور اس میں اصلاح معاشرہ کا صغر اپنے ذاتی مضامین سے مزین کرتے مرحوم دارالعلوم کے کچھ سالوں سے رکن شوری بھی تھے اور شوری کے موقع پر حاضر بھی ہوتے۔

کچھ سال جب حاضر ہوئے تو جامعہ سید احمد شہید کٹولی بھی دیکھنے گئے۔ حالیہ اصلاح معاشرہ کانفرنس میں مرحوم نے خود بھی شرکت کی اور بعض اکابر جامعہ اور اساتذہ کو بھی لائے اور ناچیز کو کم از کم ایک گھنٹہ ملاقات کا موقع دیا۔

حالانکہ مزین کا خرچ ہزاروں کا اور جہاز کا سفر دس ہزار سے اوپر کا متقاضی ہوتا ہے۔ انھوں نے اس کا بھی وعدہ کیا تھا کہ میں جا کر اصلاح معاشرہ کانفرنس منعقد کروں گا۔ مگر راستہ ہی سے طبیعت خراب ہوئی اور ایسی کسبھل زسکی اور وقت موعود آجہو بچا۔ ۱۵ آگست محی الدین منیری۔

اے معین بیگم! ماؤ اے حاجت مند! تیرے مرقد پر باران رحمت کی جھری لگی ہے۔

اسکاٹ لینڈ کے ایڑا مشین بورڈ نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہلے کہ جرمن فرانسسی اور اطالوی زبانوں کی طرح اسکاٹ لینڈ کے تعلیمی اداروں میں اردو کو بھی باقاعدہ مضمون کی حیثیت دے دی گئی ہے اور نصاب کی تیاری کے لیے بورڈ کی تشکیل کر دی ہے۔ یہ فیصلہ اردو کی بڑھتی ہوئی افادیت کے پیش نظر کیا گیا ہے۔

مشرقی افریقہ کے ملک ناچر میں مسلم خواتین کی اسلامی تنظیموں نے اس سرکاری بل کی شدید مخالفت کی ہے جس کو حکومت نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے اسلامی تنظیم کی نمائندہ کا کہلے کہ یہ بل قرآنی احکامات کے خلاف ہے اور بل کے سلسلہ کسی بھی تنظیم کی رائے لے بغیر حکومت اسے عوام پر زبردستی نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے، واضح رہے کہ ناچر افریقہ کا ایک اکثریتی ملک ہے جہاں مسلمانوں کا تناسب ۸۸ فیصد ہے جس کے شمال مشرق میں لیبیا اور مشرق میں چاڈ واقع ہے۔

۱۹۶۱ء میں فرانس سے آزاد ہوا ہے۔

امریکیں قائم اسلامک سوسائٹی آف ناٹھ امریکہ کے سرگرمی جنرل نے امریکہ میں اسلام کے موضوع پر منعقدہ ٹیلی کانفرنس میں کہلے کہ جب بھی مسلمانوں یا مسلم ثقافت سے متعلق خبروں کو سنسنی خیز انداز میں شہسپری کی جاتی ہے تو اس شہسپری سے امریکہ کے عام شہریوں کی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے تئیں دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کا خوری اثر اکثر اسلامی کتابوں کی فروخت

نورانی تیل
دلدار تھم پورٹ کی بہترین دوا
لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور
کیپ سول پر (۳) مارکہ ضرور دیکھیں انڈین کمپنی کی کہیں
کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ منو کا بنا اصلی نورانی تیل
منو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔
INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

اور اسلامی مراکز میں خیر مسلم افراد کی آمد میں اضافہ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ کی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بعض اوقات جانب دارانہ خبر رسائی اور آگاہی کے باوجود امریکیوں میں قبول اسلام کی شرح پچھلے سے کہیں زیادہ ہے، شہر فلاڈیلفیا میں رکھے گئے ریکارڈ کے مطابق امریکہ میں اس وقت ۱۰ لاکھ سے زیادہ مسلمان ہیں جب کہ عرب نژاد افراد کی تعداد ۳۰ لاکھ ہے ۶ سو سے زائد مساجد اور اسلامی مراکز اور دو اسلامی کالج ہیں۔

سوڈی عرب کے چند سرکردہ اسکالروں نے عالمی سطح کا ایک اسلامی علمی ڈیزین قائم کرنے کی اپیل کی ہے تاکہ اسلام کے صحیح پیغام کو ساری دنیا میں پھیلا یا جاسکے، اپیل میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی ایک چھٹیل قائم کی جائے جو اسلامی مہذب و تہذیب کی ترقی و ترقی کے لیے کام کرے۔

سوڈی عرب کے چند سرکردہ اسکالروں نے عالمی سطح کا ایک اسلامی علمی ڈیزین قائم کرنے کی اپیل کی ہے تاکہ اسلام کے صحیح پیغام کو ساری دنیا میں پھیلا یا جاسکے، اپیل میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی ایک چھٹیل قائم کی جائے جو اسلامی مہذب و تہذیب کی ترقی و ترقی کے لیے کام کرے۔

سوڈی عرب کے چند سرکردہ اسکالروں نے عالمی سطح کا ایک اسلامی علمی ڈیزین قائم کرنے کی اپیل کی ہے تاکہ اسلام کے صحیح پیغام کو ساری دنیا میں پھیلا یا جاسکے، اپیل میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کی ایک چھٹیل قائم کی جائے جو اسلامی مہذب و تہذیب کی ترقی و ترقی کے لیے کام کرے۔

کی تعلیم بھی ہوگی نصاب کے مطابق سات سال تا ۱۴ سال کی عمر کے بچوں کے لیے نئی تعلیم کسی ایک مرحلے میں کسی بھی دو مذہب کو لازمی سمجھنا کے طور پر ایسا ضروری ہوگا۔ برطانیہ کے تمام مذاہب کے شیوا اسلامی تعلیم کو نصاب میں شامل کرنے پر متفق ہوئے ہیں، برطانیہ کے مسلمانوں نے حکومت کے اس اقدام کا خیر مقدم کیا ہے۔ واضح رہے کہ برطانیہ میں اسلام دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے۔

(بقیہ) مطالعہ، لکھے مہذب سپر

کراخون نے حضرت مولانا سید سلیمان ندوی سے تاریخ تہذیب و تمدن کی تھی اور ان کی تحریروں میں "امام ابن تیمیہ کلمہ تھی "یادگار یوسف کوکن" کوکن صاحب کی المیر حافظ یوسف کوکن کی تاریخ ہے، یقیناً انھوں نے اپنے لائق شوہر کا حق ادا کیا ہے، عام طور سے سوانح کی کتاب جب ہی دلچسپی سے پڑھی جاتی ہے جب صاحب سوانح سے عقیدت ہو یا اس کی سوانح پڑھنے کی ضرورت ہو لیکن اس کتاب کا انداز بیان اتنا دلچسپ ہے کہ چاہے بڑھیا شروع کیے بیویوں کو بھی نہیں چاہتا، کوکن صاحب کا بچپن، تعلیم و تربیت، ملازمت، تہذیب و تمدن میں مشغولیت، اسپینا روں وغیرہ میں شرکت، اندرون ملک اور بیرون ملک کے سفار، سبھی دلچسپ ہیں، جگہ جگہ دیکھی گھاؤرے ہم شمال و جنوب کے ادبی دسترخوان پر نور تن چھٹی کی لذت نیا کرتے ہیں۔ ادب اور ادیبوں کے حالات سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے دوسری اچھی کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ایک قیمتی تحفہ ہے۔

۱۹۹۳ء